بیانِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

محمد نعیم اللہ خاں خیالی
ابنِ عبداللہ

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶

بیانِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

محمد نعیم اللہ خاں خیالی

ابنِ عبداللہ

شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی۶

کتاب کا نام : ——— بیانِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف : ——— محمد نعیم اللہ خاں خیالی

صفحات : ——— ۱۰۴

مہتمم : ——— ابو النصر انس فاروقی (ڈائرکٹر)

معاون : ——— محمد ادریس قریشی۔ مکان ۰۰۴۲۔ کوچہ میر ہاشم، شاہ ابو الخیر مارگ، دہلی ۶

طابع و ناشر : ——— شاہ ابو الخیر اکاڈمی
شاہ ابو الخیر مارگ ترکمان گیٹ دہلی

کتابت : ——— محمد منظور الدین ۵۶۴۔ ضیا محل دہلی

تعداد : ——— ایک ہزار

قیمت : ———

مطبع : ———

اِنتساب

بنام

شیخِ جہاں مُرشدی حضرت علاّمہ زید ابو الحسن فاروقی دہلوی

جِن کے

ایما پر مجھے ایسے عظیم الشان موضوع پر قلم اُٹھانے کی ہمت بندھی

اور جن کی دُعاؤں سے میری دیرینہ آرزو پایۂ تکمیل کو پہنچی

بلکہ آپ ہی کی تالیفِ لطیف "مجموعۂ خیر البیان" کی روشنی سے

میں نے اِس محفلِ میلاد شریف کو جگمگایا ہے۔

خادمِ درگاہِ عالی
ابن عبداللہ محمد نعیم اللہ خیالی

ماخذاتِ استفادہ

۱۔ قرآن مجید (اردو ترجمہ) شاہ صاحب دہلوی طبع تیرہ سو سن ۱۳۰۰ھ دہلی۔ بہ تقریظ ظہیر الدین خاں بہادر
۲۔ مشکوٰۃ شریف از خطیب تبریزی تالیف سنہ ۷۳۷ھ متن مع اردو ترجمہ طبع سنہ ۱۳۱۴ھ امرتسر
۳۔ منہاج النبوۃ اردو ترجمہ از خواجہ عبد المجید از مدارج النبوۃ از عبد الحق دہلوی طبع سنہ ندارد کانپور جلد ۱
۴۔ مجموعۂ خیر البیان از مرشدی حضرت زید ابو الحسن فاروقی طبع سنہ ۱۹۵۴ء دہلی
۵۔ بزمِ جمشید از حضرت مرشدی موصوف طبع سنہ ۱۳۷۳ھ۔ سنہ ۱۹۵۳ء دہلی
۶۔ مکتوبات امام ربانی (فارسی) جلد ۲ دفتر سوم طبع سنہ ۱۳۹۴ھ۔ سنہ ۱۹۷۴ء لاہور (پاکستان)
۷۔ تاریخ ابن خلدون (اردو ترجمہ) از احمد حسین جلد ۱
۸۔ سرورِ عالم جلد اوّل و دوم از ابو الاعلیٰ مودودی تلخیص نعیم صدیقی وغیرہ طبع ثانی سنہ ۱۹۸۰ء دہلی۔
۹۔ پرانا و نیا عہد نامہ (اردو) طبع سنہ ۱۹۳۸ء لندن
۱۰۔ بائبل انگریزی نیو ٹسٹامنٹ اینڈ سامس طبع لندن آکسفورڈ تاریخ ندارد
۱۱۔ اَتھروِ وید اَتوپ نِشَد محول ستیہ ارتھ پرکاش (ناگری) از دیانند سرسوتی تاریخ طبع سوم سنہ ۱۹۸۳ء
۱۲۔ اگر اب بھی نہ جاگے تو۔ امالی شمس نوید عثمانی۔ طبع سنہ ۱۹۸۹ء رامپور
۱۳۔ المنجد۔ از لوئی معلوف الیسوعی طبع سنہ ۱۹۶۵ء بیروت
۱۴۔ منتخب اللغات از عبد الرشید حسینی فیروز آبادی طبع سنہ ۱۹۱۲ء نولکشور لکھنؤ۔
۱۵۔ القول الجلی فارسی نقل قلمی مطبوعہ سنہ ۱۹۸۹ء دہلی امالی ملفوظات شاہ ولی اللہ دہلوی مرتبہ محمد عاشق پھلتی
۱۶۔ توضیح العقائد از مولوی رکن الدین طبع سنہ ۱۹۸۴ء نظامی پریس لکھنؤ۔

فہرس عنوانات

تعارُف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ وَاُصَلِّيْ وَاُسَلِّمُ عَلٰى حَبِيْبِكَ وَصَفِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

برادرِ طریقت مولانا محمد نعیم اللہ خاں صاحب خیالی ابن عبداللہ ساکن بہرائچ نے سردارِ دو عالم محبوبِ کبریا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بِاَنْفُسِنَا هُوَ وَبِآبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا کے مبارک احوال "بیانِ خیر البشر" کے نام سے لکھے ہیں تاکہ اللہ کے نیک بندے احتفال میلاد مبارک کے موقع پر اس کو پڑھیں۔

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے ۔۔۔ کہ باشد در و قیل و قالِ محمد

وَفَّقَنَا اللّٰهُ لِمَا فِيْهِ صَلَاحُ دِيْنِنَا وَدُنْيَانَا۔

ابو الحسن زید فاروقی

درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر
شاہ ابو الخیر مارگ، دھلی - ٦

دوشنبہ ۲۹ صفر ۱۴۱۲ھ
۹ ستمبر ۱۹۹۱ء

مقدمہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

زیرِ نظر کتاب "بیانِ خیر البشر" کا مقدمہ حسب ذیل ضروری امور پر مشتمل ہے:۔

اول۔ میلاد شریف بنامِ معروف کی حقیقت، اہمیت اور افادیت۔

دوم۔ عملِ قیام محفلِ میلاد میں اور سلام بروقتِ قیام پر کچھ گفتگو۔

سوم۔ کتاب ہذا کی شانِ تالیف اور اندازِ ترتیب کی وضاحت۔ تو ملاحظہ ہو:۔

پہلا مقدمہ

لفظِ مولود قرآن و حدیث میں بمعنی بچہ ہے۔ لغت میں ولادتِ بچہ کے علاوہ میلاد بمعنی وقتِ ولادت ہے نیز مولد بمعنی وقتِ ولادت (ظرفِ زمان) یا مقامِ ولادت (ظرفِ مکان) آتا ہے[1]۔ لیکن مسلمانوں میں سیکڑوں سال سے مذکورہ الفاظ کا مطلب ہے حبیبِ الٰہی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک حال بیان کرنا زبانی تقریر کے طور پر یا کتاب خوانی کے ذریعہ۔ جس میں آپ کی ولادت یا پیدائش، خاندان، بچپن، جوانی کے زمانے اور پھر عہدِ نبوت میں مکی و مدنی زندگی کے حالات، واقعات، اخلاق، سیرت، فضائل، معجزات نیز وفات کا مختصر تذکرہ شامل ہے۔ اگرچہ ہمارے بزرگانِ سلسلہ عید میلاد کے مبارک و خوشی کے موقع پر وفات شریف کا مفصل بیان مناسب نہیں سمجھتے بلکہ اپنی کتابوں میں بطورِ ضمیمہ وفات کا بیان کیا ہے۔ یہ محض موقع و محل کے لحاظ سے ذوقِ لطیف کی بات ہے کوئی شرعی مسئلہ نہیں۔

بہرحال اسی ذکرِ رسول کو عرفِ عام میں میلاد شریف یا ذکرِ مولود شریف کہا اور سمجھا جاتا ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ نبی کا ظہور اللہ کی قابلِ ذکر نعمت ہے[2]... اور جو کوئی کسی کو چاہتا ہے اس کا ذکر بھی بہت کرتا ہے[2]... اور جو حضور سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوگا چنانچہ عبداللہ ابن عمر سے ایسی ہی روایت ہے[2]... اور اپنے محبوب کے ذکر سے صدف رث

و قلب ہی نہیں بلکہ جسم کو بھی آرام ملتا ہے۔"[2]

ہاں اور سنئے آپ کے ذکر شریف کے لئے جو اہتمام لوگوں کے جمع کرنے کا ہوتا ہے اُسے جلسۂ سیرت، بزمِ مولد یا محفلِ میلاد کا نام دیا جاتا ہے اور عالموں کے نزدیک اصطلاح بنا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کسی نیک عمل کو کسی بھی اچھے نام سے پکارا جا سکتا ہے جیسے صلوٰۃِ تطوّع کو نمازِ نفل اور قیام اللیل کو تراویح کہا جانے لگا جو قطعاً مستند اور درست ہے وغیرہ۔ علاوہ ازیں لفظ میلاد عُرفِ عام میں اپنی جامعیتِ مقصد و مفہوم کے لحاظ سے نہایت بلیغ و معنی خیز ہے کیونکہ ولادت کے بعد کی پوری زندگی ولادت ہی کے تابع ہوتی ہے اور حضور کی پیدائش تو سارے انسانوں کے لئے عموماً، اہلِ ایمان کے لئے خصوصاً باعثِ رحمت ہے اور اللہ کی بہت بڑی نعمت نیز اللہ کا اپنے بندوں پر بڑا فضل و کرم اور احسان ہے۔[3] پھر ہر بھلے آدمی کے لئے انعام یعنی نعمت پاکر اس کا شکریہ ادا کرنا اخلاقی فریضہ ہے اور انسانی فطرت و عادت بھی۔ جب ہی تو دستورِ فطرت یعنی قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ شکرِ نعمت کو فرمایا گیا ہے۔ مثلاً :۔ "اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کے عبادت گزار بندے ہو۔"[4]

ظاہر ہے ایسے نبی جو رحمۃ للعالمین ہیں تو اُن کی ولادت یا عالمِ دنیا میں ظہور پذیر ہونے سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے اور جتنی بڑی نعمت ہے اُتنی ہی زیادہ ضرورت ہے اس کا شکر ادا کرنے کی۔ پھر ایسی عظیم نعمت پا کر تہِ دل سے خوشی منانا انسان کا پیدائشی حق ہے اور مسلمانوں کا دینی فریضہ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔ "کہہ دو کہ اُن کو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے خوش ہونا چاہیئے۔"[5] اور کسی عظیم و مفید واقعہ کو خوشی کی عید منانا سنتِ انبیا ہے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دُعائے نزولِ مائدہ سے ظاہر ہے کہ فرمایا :۔ "اے ہمارے پروردگار تو ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار دے تاکہ یہ خوان اُترنا ہمارے اگلے اور پچھلے سب کے لئے عید قرار پائے۔"[6]

غور کا مقام ہے کہ جب ایک نبی نزولِ مائدہ کے قابلِ ذکر واقعہ کو عید قرار دے تو پھر امام الانبیا و خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ جیسا عظیم ترین واقعہ کیسا کچھ عید منانے کے لائق ہو سکتا ہے مگر اس طرح کہ حضور کی شانِ اسلام کی آن اور شریعت کے فرمان کے مطابق ہو۔

-اگر خدا اور رسول کی نافرمانی و گستاخی کا گناہ کا وبال اُلٹے گلے نہ پڑ جائے۔ بہرحال عید میلاد النبی ایک اہم ترین یادگار ہے۔ اور بحکم قرآن کریم:۔" اے رسول ان کو اللہ کے ساکھے یعنی خاص خاص گذرے دن یاد دلاؤ[۸] اور بحکم:۔" اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ و چرچا کرو[۹] یوں میلاد النبی عید کا دن ہے اور اس مبارک دن سے متعلق واقعات کو یاد دلاتے رہنا۔ ان کا برابر ذکر و تذکرہ مذکورہ قرآنی احکام کی منشار کے مطابق ہے۔ اِس شاندار و بے نظیر واقعہ کا تذکرہ اگر جانتے ہو تو دُہراتے رہو اور نہ جانتے ہو تو:۔" اہلِ ذکر سے پوچھ کر معلوم کرو[۱۰] یہ تو ہوئیں اصولی باتیں۔ اب یہ بھی دیکھئے کہ ان اصولوں کی عملی توثیق سنتِ الٰہی، سنتِ نبی، سنتِ صحابہ اور سنتِ صالحینِ امت سے کس طرح ہوتی ہے؟

اسب سے پہلے سنت اللہ یہ ہے کہ اس نے قرآنِ حکیم میں نبیوں کا اور ان کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا ذکر جگہ جگہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم کی پیدائش، حضرت موسیٰ و حضرت مریم کی ولادت اور میلادِ عیسیٰ و یحییٰ کا حال۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تفصیلی حالات بیان فرمائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق تو ایک پوری سورہ احسن القصص کے نام سے رکھی ہے۔ خود ہمارے حضور کے حالات، اخلاق و عادات اور پیش آمدہ واقعات کو بکثرت بیان کیا ہے۔ مثلاً چند اشارے کافی ہیں۔ فرمایا گیا ہے:۔" تمھارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا۔ تمھاری تکلیفیں اس پر بہت شاق ہیں۔ تمھاری بھلائی کا اسے بہت خیال رہتا ہے اور وہ ایمان والوں پر بہت شفقت و مہربانی کرنے والا ہے[۱۰]" اور فرمایا ہے:۔ "ہم نے تم میں تم ہی میں سے (خاص بندے کو چن کر) ایک رسول بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمھاری خرابیاں دُور کرتا ہے تمھیں الکتاب اور عقل کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ باتیں سکھاتا ہے جن کا تمھیں علم نہیں ہو سکتا تھا[۱۱]" اور فرمایا کہ:۔" ہم نے تم کو (اے نبی) حق کی گواہی دینے والا، خوش خبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بُلانے والا اور (ہدایت کا) روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے[۱۲]" اور "تمھارے اخلاق بہت ہی اعلیٰ ہیں[۱۳]" اور "ہم نے تمھیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے[۱۴]"

دیکھا آپ نے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضراتِ انبیا کا حال اُن کی وفات کے بعد اور ہمارے نبی کا حال اُن کے زمانۂ حیاتِ دنیاوی میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ جس طرح ذکرِ رسولؐ ان کے سامنے سنّت اللہ ہے اسی طرح بعدِ وفات بھی ہے کیونکہ بزرگ ہستیوں اور گزشتہ اہم واقعات یعنی ایام اللہ کی زبردست تاریخی واخلاقی اہمیت وافادیت ہے۔[15]

۲۔ دوسری بات ولادت کے متعلق خود سنّتِ نبی ہے اور بحکم قرآن رسول کا اُسوۂ حسنہ ہے[16] یعنی مسلمانوں کے لئے اچھا نمونہ ہے پوری زندگی کے لئے اور ہمیشہ کے لئے کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں چنانچہ فرمایا حضور نے اپنی ولادت کے بارے میں کہ:۔ "اللہ کے ہاں میرا نام خاتم النبیین لکھا تھا اس وقت جبکہ حضرت آدم ابھی گندھی ہوئی مٹی میں تھے (یعنی پیدا نہیں ہوئے تھے) اور اب میں تمہیں اپنے اوّل کی خبر دوں کہ وہ دُعا ہے ابراہیم کی۔ خوش خبری عیسیٰ کی اور یہ کہ وہ خواب ہے میری ماں کا میری ولادت پر اور بے شک ظاہر ہوا میری ماں کے لئے ایک نُور جس سے روشن ہو گئے اُن پر ملکِ شام کے محلات"[17] اور فرمایا حضور نے ایک موقع پر صحابہ کے ایک جلسہ میں منبر پر کھڑے ہو کر کہ:۔ "جانتے ہو میں کون ہوں؟ صحابہ بولے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا میں محمد ہوں بیٹا عبداللہ کا وہ بیٹے عبدالمطلب کے۔ تحقیق کہ اللہ نے خلقت کو پیدا کیا پس کیا مجھ کو بہترین خلقت میں۔ پھر آدمیوں کے دو فرقے کئے اور مجھے رکھا بہترین فرقے میں۔ پھر کیا ان کو قبیلہ قبیلہ پس کیا مجھ کو بہترین قبیلہ میں پھر کیا قبیلوں کو گھرانا گھرانا پس مجھے کیا بہترین گھرانے میں۔ پس میں انسانوں میں سب سے بہتر ہوں اپنی ذات کے لحاظ سے اور اپنے گھرانے کی نسبت سے"[18]

اور سُنئیے۔ ایک دفعہ کچھ صحابہ بیٹھے آپس میں تذکرہ کر رہے تھے نبیوں کا تو کہا کسی صحابی نے کہ:۔ اللہ نے ابراہیم کو خلیل یعنی دوست بنایا۔ کسی نے کہا موسیٰ کو اللہ نے اپنا کلیم بنایا۔ یعنی خدا سے باتیں کرنے والا۔ کسی نے کہا کہ عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ بنایا اور کسی نے کہا کہ آدم کو صفی اللہ یا برگزیدہ بنایا۔ اتنے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں نے تمہاری باتیں سُنیں اور تعجب کرنا بھی بے شک ایسا ہی ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں حبیب اللہ یعنی اللہ کا محبوب اور پیارا ہوں بلا فخر۔ اور قیامت

میں میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے آدم اور تمام بنی آدم ہوں گے بلا فخر۔ اور سب سے پہلے قیامت کے دن میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی بلا فخر۔ اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ ہلاؤں گا اور اللہ میرے لئے اسے کھول دے گا تو میرے ساتھ ایمان والے فقیر داخل ہوں گے بلا فخر۔ اور اللہ کے نزدیک میں تمام اگلوں پچھلوں میں سب سے اکرم یعنی زیادہ عزت والا ہوں۔ بلا فخر کہتا ہوں"[19]

ابھی اور سنئے ذکرِ نبی بزبانِ نبی۔ یہ کہ ایک دفعہ حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ:" میں محمد ہوں مقفی ہوں (میری پیروی کی جائے)، حاشر ہوں، نبی التوبہ ہوں، نبی الرحمت ہوں"[20] ہاں نبی کی زبان حقیقت بیان سے سنئے مکہ میں اعلانِ حق کی حالت بھی[21]۔ اور نبی ہی کی زبان سے سنئے، معراج شریف کی تفصیلات کو[22]۔ یہاں تک کہ نبی ہی کی زبان سے سنئے معجزات کا حال بھی ایک بار فرمایا کہ:" نزولِ وحی یعنی نبوت سے پہلے مکہ میں ایک مقام پر جب میرا گزر ہوتا تو وہاں ایک پتھر مجھے سلام کیا کرتا تھا اور اب (یعنی بہ عہدِ نبوت) بھی اگر میں اسے دیکھوں تو پہچان لوں"[23]۔

۳۔ تیسری بات ہے سنتِ صحابہ کی۔ تو وہ اتنی ہے جتنی تعداد ساری حدیثوں اور کل روایتوں کی ہے کیونکہ ان سب میں صحابۂ کرام حضور ہی کے بارے میں تو بیان کیا کرتے تھے جو خود انھوں نے نبی کو کرتے دیکھا یا فرماتے ہوئے اپنے کانوں سے سنا یا دوسرے صحابی نے ان سے بتایا۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں صحابۂ کرام حضور کی حیاتِ دنیاوی میں اور بعدِ وفات بھی آپس میں کیا کرتے تھے اور اس روایت کرنے اور حدیث سننے میں کبھی دو حضرات ہوتے کبھی کئی اور کبھی خاصے مجمع میں یہی کچھ ہوتا تھا جیسے سنتِ صحابہ بہ طور مجلس ایک یہ ہے کہ:" ایک دن ابو بکر صدیق اور حضرتِ عباس صحابۂ انصار کی ایک مجلس میں پہنچے تو ان کو روتے دیکھا۔ اس کا سبب پوچھنے پر صحابہ انصار نے کہا کہ یاد آگئی ہم کو مجلس النبی کی۔۔۔"[24]

بہر حال صحابۂ کرام کے ذریعہ تحریری و زبانی روایتیں ہوتے کرتے آج ہم تک پہنچی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان روایات کو اکٹھا کتابی تالیف کی شکل میں پہلی صدی ہجری کے خاتمہ کے دوران امیر المومنین عمر بن عبد العزیز اموی متوفی ۱۰۱ھ کے حکم سے پہلے پہل امام زہری اور ان کے ہم عصر امام ابن حزم نے جمع کیا۔ اسی پہلی صدی ہجری ہی میں آبان ابن عثمان خلیفہ سوم متوفی

سنہ ۱۵۱ھ/۷۶۸م کی کتاب المغازی تالیف ہو چکی تھی۔ بعدہٗ امامِ اعظم متوفی سنہ ۱۵۰ھ/۷۶۷م سے نقل کردہ کتاب الآثار لکھی گئی۔ پھر حدیث کی مشہور کتاب مؤطا امام مالک متوفی سنہ ۱۷۹ھ/۷۹۵م کی ہے اور فنِ حدیث میں سابقون الاولون کے آخری امام رزین العبدری متوفی سنہ ۵۳۵ھ/۱۱۴۰م ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ پہلی اور چھٹی صدی ہجری کے بیچ میں مجموعۂ احادیث کی اپنے اپنے ڈھنگ کی تالیفات کے ساتھ ساتھ سیرتِ پاک اور غزوات یعنی اسلامی جنگوں پر روایات کی سند کے ساتھ کتنی ہی کتابیں لکھی جاتی رہیں۔ جن میں صحیح حدیثوں کی چھ کتابیں صحاحِ ستہ مشہور رہیں۔ اس طرح ذکر النبی کا ایک لاثانی اور ایسا مستقل سلسلۂ مبارکہ ہے جو رہتی دنیا تک باقی جاری رہنے والا ہے۔ یہ ہے زندہ و پائندہ تفسیر ورفعنا لک ذکرک کی۔ اور کیوں نہ ہو بقول:۔
"محبوب چیز کا ذکر بہت کیا ہی جاتا ہے"

البتہ اچھی رسم کے طور پر اہتمام کے ساتھ محفل میلاد مبارک کی نشان دہی ساتویں صدی ہجری سے ہوتی ہے کہ بہ قول علامہ ابو شامہ متوفی سنہ ۶۶۵ھ/۱۲۶۶م:۔ "ملکِ عراق کے شہر موصل میں ایک نیک مرد عمر ابن محمد نے اوّلاً محفلِ میلاد منعقد کی اُس کی شہرت سلطان وقت مظفر الدین شاہِ اربل ملکِ عراق نے سن کر بہت پسند کیا اور خود بڑے پیمانہ پر محفل کا انتظام کرایا۔ اسی بیچ میں حافظ ابو الخطاب ابنِ دحیہ نے ذکرِ میلاد شریف کو کتابی شکل میں تنویر السراج المنیر کے نام سے لکھ کر بادشاہ کو پیش کیا جس سے وہ بہت خوش ہوا۔ اور یہ کتاب خود مصنف نے چھ سو چار ہجری (سنہ ۶۰۴ھ/۱۲۰۷م) میں محفلِ میلاد میں پڑھی"[25] اور بحکم حدیث صحیح:۔ "جس نے اسلام میں سنّتِ حسنہ یعنی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس اچھے طریقہ پر عمل کیا گیا تو اُس شخص کو اُتنا ہی اجر و ثواب ہے جتنا کہ اس کے بعد سب عمل کرنے والوں کو ملے گا"[26] پھر اس حسین عمل کا کیا کہنا جس کا تعلق حضور کی محبت سے ہو جو کہ ایمان کا جزو بلکہ ایمان کی تکمیل ہے"[27]

یہ کارِ خیر اور سنّتِ حسنہ یعنی نبیّ پاک کا ذکر شریف مجلس میں کرنے کا سلسلہ یونہی ممالکِ اسلامیہ میں جاری رہا چنانچہ ایسی ہی ایک مجلس کے انعقاد کا ذکر عید میلاد کے موقع پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے سفرِ حرمین کے سلسلہ میں اور اس میں اپنی شرکت اور حصولِ فیوض و برکات کو تفصیل سے اپنی کتاب فیوض الحرمین میں کیا ہے اور جس کو اپنی کتاب القول الجلی میں مختصراً ذکر کیا ہے[28]

بہر حال اب سے قریب آٹھ سو سال پہلے سے ذکر شریف محفلوں میں پڑھا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی اس کے متعلق کتابیں مشہور و غیر معروف علمائے کرام نے لکھی ہیں اور اس عملِ خیر و سنتِ حسنہ متواترہ پر خوب روشنی ڈالی ہے اور نعتیں بھی کہی ہیں۔ سلام بھی عرض کئے ہیں۔ مختلف زبانوں خاص کر عربی، فارسی اردو، ہندی میں۔ ان ہی میں چند یہ ہیں۔ سب سے پہلے حسان بن ثابت نے نعتیہ قصیدہ کہا جس کو خود حضور نے منبر رکھوا کر پڑھوا کے سُنا اور خوش ہوئے۔ محمد ابن سعد صاحب طبقات معروف بہ کاتب الواقدی (متوفی سنہ ۲۳۰ھ/۸۴۵م) نے سیرت پر کتاب لکھی جو کئی جلدوں میں ہے اور مشہور ہے۔ حافظ حدیث ابو نعیم (متوفی سنہ ۴۳۰ھ بہ عمر سو سال) نے دلائل النبوۃ لکھی۔ میلاد شریف کے مسئلے پر مزید لکھنے والوں میں قاضی ابو بکر ابن العربی (متوفی سنہ ۵۴۳ھ) جو امام غزالی کے شاگرد تھے اور قاضی عیاض کے اُستاد۔ خود قاضی عیاض مالکی مصنف کتاب شفا (متوفی سنہ ۵۴۴ھ)۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی مصنف مَورِدُ الصادی فی مولد الہادی و معراج نامۂ منظوم۔ حافظ ابو شامہ بن اسماعیل مقدسی مصنف سیرۃ شامی (متوفی سنہ ۶۶۵ھ) علامہ محمد بن سعید بوصیری مصری مصنف مشہور قصیدۂ بردہ ہمزیہ (متوفی سنہ ۶۶۴ھ)۔ علامہ یحییٰ صَرصَری مصنف نعتیہ قصیدہ بائیہ جسے امام تقی سبکی (متوفی سنہ ۷۵۶ھ) جامع دمشق میں مجمعِ علماء میں سُن کر کھڑے ہو گئے اور یہ خود مصنف ہیں نعتیہ قصیدۂ تائیہ کے۔ حافظ جلال الدین سیوطی مصنف حسنُ المقصِد فی عمل المولد (متوفی سنہ ۹۱۱ھ)۔ عبد الحق محدث دہلوی مصنف مدارج النبوۃ فارسی (متوفی سنہ ھ)۔ عبد الحق الہ آبادی مہاجر کی بعد ہنگامۂ غدر انگریزی (سنہ ۱۸۵۷م)۔ مصنف الدُّرُّ المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم۔ حضرت احمد سعید فاروقی مجددی مہاجر کی (در سنہ ۱۸۵۷م) مصنف الذکر الشریف فارسی و سعید البیان اردو۔ علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی واقع لبنان بیروت مصنف جواہر البحار فی فضائل النبیِ المختار (متوفی سنہ ۱۹۲۲م) مولوی نور محمد لسنراوی خلیفہ عبد الحق آلہ آبادی مہاجر کی موصوف مصنف منبع الحسنات (متوفی سنہ ۱۹۳۰ھ)۔ حضرت علامہ مرشدی زید ابو الحسن فاروقی دہلوی کی مجموعۂ خیر البیان تالیف (سنہ ۱۳۴۳ھ) وغیرہ وغیرہ نہ جانے کتنی معتبر و مستند کتبِ میلاد تحریر ہو چکی ہیں۔

۴۔ اب صرف چوتھی بات ہے الراسخون فی العلم یعنی علم دین پر گہری نظر رکھنے والوں کی

رائے اور عمل کی تو اس بارے میں بھی مختصر طور پر چند معتبر اشارات اور سُن لیجئے :-

مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند و مولوی رشید احمد گنگوہی کے استادِ مکرم حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی بعدِ غدر (۱۸۵۷ء) اور بانی مدرسہ صولتیہ مکہ لکھتے ہیں کہ :"میرے اساتذہ کرام اور میرا عقیدہ مولود شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے کہ انعقادِ مجلسِ میلاد بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے باجہ اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایاتِ صحیحہ کے موافق ذکرِ معجزات اور ذکرِ ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا جائے اور بعد اس کے طعام پختہ یا شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کچھ حرج نہیں —— اور تعینِ یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو بھی کچھ حرج نہیں"[29] اسی طرح دیگر حضراتِ دیوبند کے علاوہ خود مولوی اشرف علی تھانوی کے بھی مرشدِ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے تحریر فرمایا ہے کہ :"مشربِ فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ میلاد شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اٹھاتا ہوں"[30]

ہاں یہ بھی ملاحظہ ہو۔ شاہ عبد الغنی مجددی کے شاگردِ حدیث اور مولوی رحمت اللہ مہاجر مکی کے شاگردِ دینیات جناب رشید احمد گنگوہی اپنے جوابی خط بنام شاہ ابو الخیر فاروقی مجددی دہلوی میں لکھتے ہیں کہ :"ذکرِ میلاد فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے اگر روایاتِ صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ و غیر مشروع اس میں مضموم نہ ہو۔ چنانچہ اس امر کو بارہا بہ تصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہینِ قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے۔ کسی کو اس پر اعتراض نہیں۔ جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود و زوائد میں ہے اور بس۔ مگر حُسّاد کو یا علم نہیں یا فہم نہیں۔ اور اسی طرح اپنے اساتذہ و مشائخ کا عمل در آمد دیکھا ہے۔ جو کچھ کہ اہلِ عناد نے انکار نفس مولد شریف کا اتہام بندہ و احباب بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم"[31]

اب ذرا میلاد شریف کے بعض احوال کے بارے میں بھی سُن لیجئے۔ مولوی رحمت اللہ کیرانوی نیز عبد الغنی مجددی کے شاگرد اور حضرات موصوف کے مخلص دوست حضرت دادا پیر شاہ ابو الخیر فاروقی دہلوی کا ارشادِ گرامی۔ جبکہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا محفلِ میلاد شریف میں حضور

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یا آپ کی روحِ پُر فتوح تشریف لاتی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ: "یہ کہنا درست نہیں۔ آفتاب اپنی جگہ پر رہتا ہے، اس کا نور تمام عالم میں پھیلتا ہے۔ صوفیوں کے نزدیک جو آپ کا تشریف لانا ثابت ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اُن کے دلوں میں آپ کی محبت ہوتی ہے۔ جب وہ اپنے محبوب کا ذکر سنتے ہیں اور ان میں ذوق و شوق کی حالت پیدا ہوتی ہے تو آپ کے انوار و برکات ان کے دلوں پر مثل آفتاب کی شعاعوں کے آکر گرتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں لیکن یہ بات ہر ایک کو کہاں حاصل ہے" —— اور فرمایا کہ قیام اگر اس طرح پر کیا جائے کہ اس میں شرک آجائے تو وہ ناجائز ہے۔ ہر وقت ہر لحہ اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف رب العالمین ہی کی شان ہے۔ ہاں آپ کی محبت اور تعظیم کی وجہ سے قیام کرنا بہتر ہے۔ ہم آپ کا ذکر شریف کرتے ہیں اور ہم کو ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے ہم قیام کرتے ہیں اگر کسی شخص کو ذوق اور شوق پیدا نہ ہو اور وہ آپ کی محبت میں قیام نہ کرے تو تمہارا کیا بگڑتا ہے[۲۲]

آخر میں حضرت موصوف کے فرزند علامہ زید ابو الحسن فاروقی دہلوی فاضلِ ازہر کا محاکمہ بھی ملاحظہ فرمائیے:۔ "اس فقیر مؤلف نے جب سے آنکھ کھولی ہے اور —————— جب سے ہوش سنبھالا ہے برابر میلاد شریف کی محفلوں کو —————— دیکھتا آرہا ہے۔ یہی دیکھا ہے کہ محفل کو حسبِ مقدور آراستہ کیا جاتا ہے۔ ایک شخص جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنفسی ھو وبابی وامی کے احوال شریف پڑھتا ہے لوگ شوق سے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احوالِ شریفہ سنتے ہیں اور آخر میں سب کو شیرینی تقسیم کی جاتی ہے اور سب آپ کی یاد لے کر مسرور القلب گھر لوٹتے ہیں۔ محفلِ میلاد میں اگربتی اور عود جلاتے ہیں، پھول رکھتے ہیں، عرقِ گلاب چھڑکتے ہیں عطر ملتے ہیں اور ولادتِ شریف کا ذکر سن کر آپ کی محبت اور تعظیم میں سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔ یہ سب وہ باتیں ہیں جن کو علماء نے کرنے کو لکھا ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ کسی جگہ محفلِ میلاد شریف میں نامشروع امور کئے جاتے ہیں تو ان علماء کو از روئے قواعدِ شرعیہ ان محرمات شرعیہ سے عوام کو روکنا چاہئے[۲۳]

مقدمہ دوم

چند اشارات قیام وسلام کے متعلق بھی کہ یہ کیوں ہے؟ کیا ہے؟ اور کیسا ہے؟ تو سُنیئے :-

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۷۹ھ) ایک دفعہ مسجدِ نبوی میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آگیا جس سے ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ حضرت امام نے یہ شور و غُل سُن کر خلیفہ سے کہا کہ "اس مسجدِ شریف میں اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اللہ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دھیمی آواز سے بولتے ہیں اور ان لوگوں کو بُرا کہا ہے جو حضور کو حجروں کے باہر سے چلّا کر پکارتے تھے۔ اے خلیفہ خوب سمجھ لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور احترام آپ کی وفات کے بعد بھی اُسی طرح ہے جس طرح دنیا کی زندگی میں" کیونکہ بقول "انبیاء اور سب کی طرح نہیں مرتے۔ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے اور حج ادا کرتے ہیں"[۳۵]

چنانچہ صحابۂ کرام حضور کی تعظیم و احترام کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ حضرات جب آپ کی مجلسِ ملاقات میں موجود ہوتے اور مجلس ختم کر کے حضور گھر جانے لگتے تو سب کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ حضور کسی بی بی کے حجرے میں داخل نہ ہو جاتے تھے"[۳۶] ایک بار قبیلۂ انصار کے سردار حضرت سعد ابنِ معاذ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے اُن کو دیکھ کر انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کے لئے اُٹھ کھڑے ہو"[۳۷] خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کسی خاص شخص کی آمد پر استقبال کے طور پر یا خوشی کے جوش میں کھڑے ہوا کرتے تھے جیسے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آمد پر یا بی بی حلیمہ دائی کی آمد پر یا اپنے دودھ شریک باپ کی آمد پر یا عکرمہ ابن ابوجہل کی حاضری کے موقع پر اور ہجرت کر کے مدینہ آنے پر عورتوں اور لڑکیوں کو آتے دیکھ کر۔[۳۸] وغیرہ وغیرہ۔

اِس لئے معتبر عالموں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ ولادت یا محفلِ سیرت کے خاص موقع پر کھڑے ہو جانا یعنی قیام کرنا مستحب کہا ہے اور بقول قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ۔ "ہمارے سلفِ صالح

اور ہمارے گزرے ہوئے اماموں کا یہی طریقہ رہا ہے۔"[۳۹]

دوسری بات ہے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تو بحکم قرآن مجید "یقیناً اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پہ درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی نبی پر درود و سلام بھیجتے رہو۔"[۴۰] نیز فرمایا: "اور سلام ہے اُس کے (ان) بندوں پر جن کو اس نے پسند فرمایا۔"[۴۱] یہ قرآنی استدلال میں نے پہلے پہل اپنے مرشد سلسلۂ قادریہ مجددیہ حضرت سید مرحوم شاہ پیشاوری فاضلِ دیوبند (متوفی ۱۹۳۶ء) کی زبانی سُنا تھا۔ (خیالی) لہٰذا درود و سلام کا پڑھنا ایک طرح سے واجب ہوتا ہے اور سنّت تو بہر حال ہے یعنی یہ سنّت ہے اللہ کی۔ سنّت ہے اللہ کے فرشتوں کی۔ سنّت ہے انبیا کی نیز خود ہمارے نبی کی۔ اہلِ بیت و صحابہ کی اور سنّت سلفِ صالحین اور تمام مومنین کی۔۔ تو بحکمِ قرآنِ حکیم "اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلو اور ان کی تابعداری کرو اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔"[۴۲] اس طرح صلوٰۃ وسلام سنّت کے ساتھ ساتھ تابعیت و اطاعت بھی ہے اور محبتِ خدا اور رسول کا تقاضہ بھی۔

ہاں یہ بھی یاد رہے کہ درود و سلام کا پڑھنا عام بھی ہے اور خاص بھی یعنی کسی بھی وقت اور کسی بھی موقع پہ پڑھا جا سکتا ہے جیسے حضور کا نام پاک سن کر کم از کم ایک بار پڑھنا واجب ہے۔ اسی طرح ہر نماز کے جلسے و قعدے کی التحیات میں شامل ہے۔۔ مزید یہ کہ دعا کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا قبولیت میں مددگار ہوتا ہے۔[۴۳] خاص مواقع میں سے ایک موقع "یوم ولادتِ نبی کا ہے ایک یوم وفات کا ہے اور ایک یوم بعث کا ہے۔"[۴۴] بہ سبیلِ ذکر حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام نیز حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ و ہارون و عمران۔ اسی طرح حضور پر صلاۃ وسلام بھیجنے کا ایک موقع وہ بھی ہے جبکہ معراج کے لیے جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا تھا کہ: "اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے پاس بُلایا ہے۔"[۴۵]

لہٰذا صلوٰۃ وسلام کے خاص موقعوں میں سے ایک موقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ہے اور ذکرِ ولادت کے وقت کھڑے ہو کر سلام پڑھنا مستحب ٹھہرا۔

صلی اللہ علی محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

مقدمۂ سوم

کچھ اِس کتاب کے بارے میں

اِس کتاب کی شانِ نزول یہ ہے کہ میں نے اپنی پہلی مطبوعہ کتاب "تاریخِ مسعودی" (طبع ۱۹۵۴ء) کے آخر میں بعض زیرِ نظر کتب کا اشتہار دیا تھا اُن ہی میں جلسۂ میلاد شریف میں پڑھی جانے کے لائق ایک کتاب کا ذکر "بزمِ رسول" کے نام سے کیا تھا جس میں مختصراً سیرت پاک بمعہ اہلِ بیت و خلفائے اربعہ کا ذکر بطور ضروری تعارف کے کرنا چاہتا تھا لیکن مضمون کی عظمت اور اپنی نااہلیت کے احساس کی وجہ سے قلم اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی اگرچہ دل اس مبارک کام کے سرانجام نہ پاسکنے پر برابر قلق سا محسوس کیا کرتا تھا۔

یہاں تک کہ ۱۹۸۴ء میں حضرت مرشدی نے دہلی حاضری کے موقع پر ایک شب خود ہی فرمایا کہ:- "خیال تم ایک کتاب میلاد شریف کی لکھ دو جو مختصر و عام فہم ہو" تو اِس ارشادِ عالی کو تائیدِ غیبی تصور کر کے نہ صرف جرأتِ تحریر پیدا ہوئی بلکہ ایسا لگا کہ غائباً میرے دلی قلق کا علاج بھی ہو جائیگا۔

بے شک! ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ چنانچہ دہلی سے واپسی کے بعد میں نے کتاب کا خاکہ مرتب کیا اور جمع مواد نیز موقع بموقع زینتِ بیان کے لئے تصنیفِ کلام کا کام بھی شروع کر دیا تھا مگر نومبر ۱۹۸۵ء میں ایک آنکھ کے موتیا بند کا آپریشن کرانا پڑا کیونکہ اب لکھنے پڑھنے سے معذوری ہو چکی تھی اور بعد میں بھی کئی سال دیدہ ریزی کا کام نہ ہو سکا۔ آخر کار ۱۹۸۹ء مطابق ماہِ میلاد ۱۴۱۰ھ میں پہلا مسودہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور مصفّٰی اب ۱۹۹۰ء میں ہو سکا ہے۔

کتاب کی ترتیب و مضمون کے متعلق عرض ہے کہ یہ تقریباً تمام تر حضرت مرشدی علامہ زید ابوالحسن فاروقی دہلوی دام فیوضہٗ کی تالیفِ لطیف "مجموعہ خیر البیان" سے مستفاد ہے اسی لئے نیز حضرت دادا پیر علیہ الرحمہ کے اسمِ گرامی کی رعایت سے ہم کا ابتدائے کار میں کتاب کا نام.... "بیانِ خیر البشر" ۱۴۰۶ھ تاریخی نکالا تھا اور "نغمۂ میلادِ خیر" عیسوی تاریخ تکمیل ۱۹۹۰ء ہے....

حضرت مرشدی نے پہلا نام کتاب کے لئے بہت پسند فرمایا اس لئے وہی اس کا نام مقرر ہوا۔ اور دوسرا نام ضمیمہ کا رکھ دیا ہے جو سلام و نعت وغیرہ پر مشتمل ہے۔ خدا کرے یہ راقم الحروف کے لئے خیر الدنیا والآخرہ ثابت ہو۔

علاوہ ازیں واضح رہے کہ اس کتاب کی امتیازی خصوصیات ترتیب وار حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سامعین کا لگاؤ اپنے پیارے نبی سے مضبوط و قائم رکھنے کی غرض سے حلیۂ شریف کو حمد کے بعد بطور نعت رکھا ہے۔

۲۔ بیانات میں حتی الامکان اسناد کا التزام مکمل حوالہ کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔

۳۔ نغمگی سے قلوب کو فطری ذوق ہونے کی رعایت سے نثر کے ساتھ اشعار بھی پیش کئے ہیں مگر برمحل۔

۴۔ نثر میں حاضرین کی دلچسپی کو برقرار رکھنے کی غرض سے اکثر مکالمہ کا انداز خامہ کی چیز ہے۔

۵۔ کتبِ میلاد کے عموماً مقررہ عنوانات کے بجائے ہم نے جدید اسلوب سے جاذبِ توجہ سُرخیاں قائم کی ہیں جو انشاء اللہ "کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ" ہوں گی۔

۶۔ آیاتِ قرآنی کے ترجمے میں شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کا التزام کیا ہے۔

۷۔ کتابیات کی فہرس میں مکمل حوالہ نام مصنف وغیرہ مع زبان اصلی یا ترجمہ سنِ تحریر یا کتابت قلمی سنِ طبع مقامِ طبع یا مقامِ اشاعت سے مکمل کیا ہے اور اسناد و حوالے متن میں اِس نشان (ـــ) پر عدد مسلسل سے دیے ہیں جس کی فہرست آخر میں ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل ہماری مساعی کو قبول فرمائے اور کتاب کو قبولِ عام عطا کرے۔ قارئین و سامعین بھی آمین کہیں۔

آخر ہم ان تمام حضرات کے ممنون ہیں اور ادائے شکر کرتے ہیں جن سے اس کتاب میں استفادہ کیا گیا ہے نیز اس کی تکمیل و تصفیہ و طباعت میں کسی نہ کسی طرح کا تعاون ملا ہے۔

فقط والسلام

آدابِ محفل

سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام (اور تمام مسلمانوں) کو اپنے رسول کے آداب سکھائے ہیں کہ "چیخ کر بات نہ کریں اور اس طرح نہ بات کریں جس طرح آپس میں عموماً گفتگو کرتے ہیں۔ اور اللہ کے رسول (کے ادب) کا خیال وہی لوگ کرتے ہیں جن کو اللہ کا ڈر ہے۔ بے عقلوں کو اس کا شعور نہیں"[۲۶] ان ہی آیتوں کے حوالے سے قاضی عیاض نے امام مالک اور خلیفہ منصور عباسی رحمہم اللہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "خوب جان لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واحترام آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ آپ کی حیات میں"۔۔۔۔ پھر قاضی موصوف ہی نے اور نقل کیا ہے: "ابو ابراہیم نے کہا کہ ہر مومن پر واجب ہے کہ جب وہ آپ کا ذکر شریف کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ دل لگا کر سُنے اور عاجزانہ طریقے سے چُپ چاپ رہے اور اسی طرح با ادب رہے جیسے آپ کے سامنے باادب رہنا چاہیئے تھا اور جس طرح اللہ نے ادب کرنے کو کہا ہے۔ اور حضور کی وفات کے بعد جب کبھی صحابۂ کرام آپ کا ذکر کرتے تو بہت روتے اور عجز و ادب اور تعظیم و دبدبہ۔ کے سبب اُن کے بدن کے رُونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے"[۲۷]

اِس لئے حاضرینِ محفل خوب توجہ محبت اور ادب و خاموشی کے ساتھ ذکر شریف سُنیں تاکہ گنہگار نہ ہوں بلکہ پورا ثواب و برکت حاصل کریں اور بہتر ہے کہ دھیرے دھیرے درود پاک پڑھتے رہیں ؎ صل اللہ علیٰ محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تعریف اُس خدا کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ساری تعریفیں صرف اُسی ایک ذاتِ پاک کے لئے زیبا ہیں، جو اللہ ہے۔ وہی رب ہے سارے عالموں کا جو اس نے پیدا کئے اور جن کو ہم دنیاوی زندگی میں کسی نہ کسی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح اللہ ہی رب ہے اُن عالموں کا بھی جنھیں ہم یہاں اپنی

آنکھوں یا کسی ذریعہ سے بھی دیکھ نہیں پاتے مگر اس غیب کے وجود پر ایمان و یقین رکھتے ہیں اپنے ناقص علم اور محض اٹکلوں سے نہیں بلکہ سچے نبیوں کی تصدیق و شہادت پر اور آخر میں خود اپنے نبی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چشم دید مشاہدے کی توثیق میں جو معراج شریف میں کرنے کے بعد ہمیں بتایا۔ ہاں وہ اللہ جو ہر جاندار و بے جان کا خالق، رب اور مالک ہے جس نے قوت و حرکت عطا کر کے قانونِ طبیعی کا سب کو پابند کیا پھر ہر شے و ہر عمل کی حد بندی ایک تقدیر پر کی ہے ہماری تعریفوں سے بھی پرے ہے اللہ کی ذات و صفات جس نے تمام مخلوقات میں انسان کو افضل و اکرم بنا کر اپنی زمین پر اُسے اپنا خلیفہ قرار دیا۔ اس زمین پر سب سے پہلے انسان سب سے پہلے نبی اور اللہ کے سب سے پہلے خلیفہ آدم علیہ السلام ہیں پھر انسان کی نسل سے اپنے خاص بندوں کو نبی بنایا اور رسولوں میں اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل ترین اور کامل ترین مرتبہ عنایت کیا۔

تمام تعریفیں صرف اسی اللہ کے لائق ہیں جس نے اشرف المخلوقات انسان کو عقل و تمیز اور دوسری خاص قوتیں عطا کر کے دیگر مخلوقات سے ممتاز کیا۔ اس لئے قانونِ طبیعی کے ساتھ قانونِ اخلاقی و روحانی اور اصولِ عمرانی یعنی شریعت کی پابندی کا حکم دیا اور سیدھے و سچے طریقے سے دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے صراطِ مستقیم کی ہدایت مقدس کتابوں اور برحق رسولوں کے ذریعہ فرمائی۔ یہاں تک کہ جب دنیاوی ارتقا کا عمل حدِ تکمیل کو پہنچ گیا تو آخری نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ان ہی کے ذریعہ آخری دستورِ زندگی قرآنِ حکیم کے نام سے مرحمت فرمایا جو ایسی الکتاب ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کا شائبہ بھی نہیں۔

بے شک اس اللہ کی حمد کا حق کیا اور کون ادا کر سکے جس نے انسان کو دنیاوی ارتقا کی منزلوں سے گزار کر سب حساب کتاب کر کے اور عدلِ حقیقی سے پورا جائزہ لینے کے بعد اُخروی ارتقا کو مثبت و مستقیم زندگی یعنی جنت اور منفی و معکوس ارتقائی زندگی یعنی دوزخ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے لا انتہا بنا دیا۔ اسی لئے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ :- "اے اللہ میں تیری ثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا۔" ﷺ

اے ہمہ صفت موصوف اور ہر سمت نقص و زوال سے پاک ذات اللہ مجھے وہ سید عادات

دکھا جس پر تیرے انعام یافتہ خاص بندے یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین چلے جن پر تیری ناراضی نہیں رہی اور جو بے راہ نہ تھے۔ آمین بحق رحمۃ للعالمین ﷺ صلی اللہ علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تری شان جلّ جلالہٗ

تری حمد کا حق ادا ہو کیا تری شان جلّ جلالہٗ
کروں کس زباں سے تری ثنا تری شان جلّ جلالہٗ

تو ہی ابتدا تو ہی انتہا ترے ہاتھ میں ہے سزا جزا
جو جسے ملا وہ تری عطا تری شان جلّ جلالہٗ

نہ احد کا مثل ہے دوسرا نہ مثالِ احمدِ مجتبیٰ
یہ معمہ خوب ہے میم کا تری شان جلّ جلالہٗ

وہ رسول پیارا ہمیں دیا دیا ہاں محمدِ مصطفیٰ
ملی ہم کو اُن سے رہِ ہُدیٰ تری شان جلّ جلالہٗ

دیا بندگی کا ہمیں مزہ ترا شکریہ ترا شکریہ
ہے حیاؔ کی منتظر اجر کا تری شان جلّ جلالہٗ

لو پہچان لو اللہ کے حبیب کو

حمد کے بعد حضور کے ذکر شریف کو سراپائے مبارک سے شروع کیا جاتا ہے۔ وہ سراپا جو صنعتِ الٰہی کا بے مثال شاہکار اور اللہ کی شان کی بے نظیر مثال ہے اور جو بجائے خود نعت شریف بھی ہے اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ ہاں بیانِ ولادت باسعادت کے ذکر سے پہلے اِسے اِس وجہ سے رکھا ہے تاکہ شمعِ نبوت کے پروانوں میں ذوق و شوق کی آگ بھڑکے، جذبۂ محبت میں تڑپ پیدا ہو اور محفلِ شریف کے جاری رہنے تک شعورِ ادب بیدار رہے۔

اللہ کے رسول نے نماز میں حضوری کی کیفیت حاصل کرنے کے بارے میں فرمایا ہے جو حضرت عمر ابن الخطاب کی متفق علیہ روایت ہے کہ: "نماز اس طرح پڑھو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگرچہ تم اللہ کو دیکھ نہیں سکتے مگر وہ تو یقیناً تمہیں دیکھ رہا ہے۔" اگرچہ اللہ کوئی جسم نہیں نہ اس کی شکل و صورت جو ہمارے حواس و ادراک میں آسکے پھر بھی ایک غیبی تصور اللہ کی صفتِ بصیر کا انداز حدیثِ مذکور میں سکھایا ہے تاکہ آدابِ خداوندی کا حق ادا کرنے کی کوشش کی جا سکے۔ تو پھر اللہ کے نور اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصورِ حضوری کی آن

Marfat.com

صفات کی روشنی میں کیوں نہ کیا جائے جو حدیثوں کے ذریعہ شمائل النبی کے عنوان سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اور شمائل النبی کے مطابق حضرت ابو ہریرہ و ابو قتادہ کی متفق علیہ روایت ہے:۔ "آپ کو جس نے خواب میں دیکھا اس نے سچ مچ آپ ہی کو دیکھا اور جو کوئی جاگتے میں (چشم تصور سے) دیکھے اس کا دیکھنا بھی حق ہوگا کیونکہ فرمایا اللہ کے سچے رسول نے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔"[۵۰]

اور لطف تو یہ ہے کہ قوتِ تصور بھی اور ساری قوتوں کی طرح ایک نعمتِ خداوندی اور عطیاتِ الٰہی سے ہے جس سے صحیح کام لینا عین منشائے قدرتِ باری ہے اسی لئے یہ تصور سنت ہے نبی کی صحابہ کی اور صالحین امت کی۔ کیونکہ یہ ایک رابطہ ہے حضوری اور عدمِ حضوری کی حالت کے درمیان جیسا کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار وادیِ ارزق سے گزرتے ہوئے فرمایا:۔ "کَاَنِّیْ اَنْظُرُ یعنی گویا میں دیکھ رہا ہوں موسیٰ کو کہ ایسے اور ایسے ہیں۔"[۵۱]

ہاں یہ تصور کرنا صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ کبھی وہ کسی موقع کی روایت کرتے تو کہتے تھے۔ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ مثلاً عبد اللہ ابن مسعود نے ایک روایت حضور کی بیان کرتے ہوئے کہا:۔ گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔[۵۲]

ہاں یہی وہ نکتہ ہے بزرگانِ نقشبندیہ کا جو بطورِ عمل بالسنت کے ذکرِ رابطہ یا تصورِ شیخ کی تعلیم کرتے ہیں تو گویا تصورِ صالحین امت کی بھی ایک سنتِ حسنہ ہے۔

سراپائے رسول[۵۳]

کہیں سب بیاں ناک نقشے کا کیونکر ۔۔۔ یہی ہیں یہی ہیں ہمارے پیمبر

مبارک سرِ سرورِ اللہُ اکبر ۔۔۔ کہ سردارِ کونین ٹھہرے وہ یکسر

حسیں گول چہرہ کہ ہے بہر انور ۔۔۔ جسے دیکھ کر ماند ہوں ماہ و اختر

نگاہیں جھکی شرم و غیرت سے اکثر ۔۔۔ فقط گوشۂ چشم سے نکلیں باہر

بھرے نرم و نازک وہ رخسارِ سرور ۔۔۔ کہ جن پر تصدق ہوں سیب و گُلِ تر

وہ رشکِ دُرِ ناب دندانِ انور ۔۔۔ چمک اٹھے بجلی سی اک بولنے پر

وہ ریشِ مبارک تھی شائستہ منظر ۔۔۔ سرِ مو جو مٹھی سے زیادہ نہ کم تر

قوی شانے اُمت کا تھا بار جن پہ — جھکے جو نہ تا عمر ہرگز پلک کر
شکم سینۂ پاک کے تھا برابر — وہ بیضاوی گول اور خوش وضع یکسر
وہ دستِ مبارک دراز اور خوشتر — جنھیں پھیرتے تھے یتیموں کے سر پر
گداز و کشادہ کفِ دستِ اطہر — پڑھی سنگریزوں نے تسبیح جن پہ
وہ انگشتِ پُر فیضِ آپ معطّر — اشاروں سے جن کے ہو شق ماہِ انور
بیاں کیا ہو اندازِ رفتارِ سرور — نہ رکھتے تھے پاؤں زمیں پر دھمک کر

بدن نرم و نازک معنبر معنبر
مہک اُٹھے رستہ گزر جائیں جس پر

پڑھو درود پڑھو

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب وہ اللہ کے رسول کا نام سنے تو کم از کم ایک بار درود شریف ضرور پڑھے۔ یہ تو اللہ کا حکم ہے جو قرآن مجید میں دیا گیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ذلیل و خوار ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے" [ترمذی] اور فرمایا ہے کہ "جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرے گا۔ اس کے دس گناہ دور کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا" [نسائی] اور جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے فرشتے اُس کے لئے ستر بار دعا کرتے ہیں [احمد] اور یہ کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک کہ درود نہ پڑھا جائے [ترمذی]

یہی نہیں بلکہ درود شریف کا پڑھنا نفل عبادتوں میں سب سے بہتر ہے۔ سُنئے مشہور صحابی حضرت اُبَیّ ابنِ کعب کیا کہتے ہیں :۔

اُبَیّ ابن کعب نے حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر بہت درود پڑھتا ہوں اب آپ بتایئے کہ میں اپنی دُعا کے وقت کتنا درود پڑھا کروں ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جتنا جی چاہے۔

اُبَیّ ابن کعب :۔ کل دعا کا چوتھائی پڑھا کروں ؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم): جتنا جی چاہے۔ ہاں اگر چوتھائی دعا سے زیادہ کرو گے تو تمہارے لئے ہی بہتر ہے۔

اُبی ابن کعب:۔ یا رسول اللہ! کل دُعا کا آدھا حصہ درود پڑھا کروں؟

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم):۔ اگر دعا کے آدھے حصے سے زیادہ پڑھو گے تو تمہارے لئے اور بہتر ہوگا۔ ویسے جتنا جی چاہے پڑھو۔

اُبی ابن کعب:۔ یا رسول اللہ تب تو میں اپنی دعا کا سارا وقت آپ پر درود پڑھنے میں صرف کروں گا۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم):۔ اے اُبی! پھر تو یہ درود ہی تیرے مقصد کے لئے کافی ہے اور تیرے گناہوں کو دُور کرے گا۔ [۵۵]

صَلِّ علیٰ محمدٍ

پڑھتے ملک ہیں اِنس و جن صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ
لب پہ ہے سب کے رات دن صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ

وحدہٗ لاشریک وہ شاہد لاشریک یہ
پردہ ہے میم احمد صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ

کلمہ بھی ناتمام ہے اور اذاں بھی نادرست
آپ کے نامِ پاک بن صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ

ذکر بھی ہے دعا بھی ہے حفظ بھی ہے شفا بھی ہے
تجربہ خود ہے مُتّقن صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ

اِس کی فضیلتیں نہ پُوچھ یہ ہی خیالِ بے بہا
پڑھ تو، شمار کر نہ گن صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ صَلِّ علیٰ محمدٍ

ہوا خلق نورِ اُن کا خلقت سے پہلے

حضور کی بے شمار خصوصیات میں ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے اکثر مبارک نام

اللہ تعالیٰ کے ہم نام ہیں جیسے نور، عزیز، رؤف رحیم وغیرہ۔[59] اسی طرح الاوّل والآخر حضور کے نام ہیں۔ چنانچہ حدیث ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کا نور تخلیق فرمایا۔[60] اسی کے متعلق ایک نعتیہ شعر مولانا قاسم نانوتوی بانیِ دارالعلوم دیوبند کا نقل ہے ۔

سب سے پہلے مشیّت کے انوار سے نقشِ رُوئے محمد بنایا گیا

پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزمِ کون ومکاں کو سجایا گیا[61]

یہی وہ نور ہے جسے دنیا میں آپ کے ظہور فرمانے پر کلام اللہ میں آیا ہے کہ: "بیشک تصدیق آگیا ہے تمہارے پاس نور اور واضح کتاب"[62] اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ: "اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا شاہد ومبشر ونذیر بنا کر اللہ کی طرف بہ حکمِ الٰہی دعوت دینے والا اور سراجِ منیر (یعنی روشن چراغ)، ہاں ازل میں انبیاء کی رُوحوں سے اقرار و میثاق میں بھی آپ ہی اوّل تھے۔[63] اگرچہ حضور پُرنور عالمِ دنیا میں تمام انبیاء سے آخر میں تشریف لائے اور اس طرح آپ سید الاولین کے ساتھ خاتم النبیین ہوئے۔[64] یہ ہے اس نورِ مجسم کا الاول والآخر ہونا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مگر واضح رہے کہ نبی بھی آپ اسی وقت تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی جسم وروح کے درمیان ہی تھے یعنی ابھی ان کی تخلیق ہوئی تھی نہ ولادت۔[65]

جب بابا آدم علیہ السلام نے آنکھ کھولی

اور حضرت دادی حوّا علیہا السلام کو آدم کی تسلّی کے لئے تنہائی کا ساتھی بنا کر جنت میں بسایا مگر حکمِ الٰہی کے برخلاف ان سے بھول ہوگئی اور نافرمانی کر بیٹھے۔ بعد کو نادم ہو کر آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: "اے میرے رب تو میری خطا کو محمد کے طفیل معاف کر دے۔

خطابِ الٰہی: "اے آدم تم نے محمد کو کس طرح پہچان لیا وہ تو ابھی عالمِ وجود میں نہیں آئے؟

آدم علیہ السلام: "اے میرے رب جبکہ تو نے اپنی قدرت سے مجھے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور میرے جسمِ خاکی میں روح ڈالی اس وقت میں نے سر اٹھا کر عرشِ مجید پر نظر کی تو دیکھا کہ اس کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ تیرے محبوب ہی کا نام ہو سکتا ہے۔

خطابِ الٰہی :- اے آدم تو نے بالکل درست سمجھا محمد یقیناً ساری مخلوقات میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ تم نے ان کے وسیلے سے دعا کی ہے اس لئے میں تمہاری خطا معاف کرتا ہوں کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔[۶۶]

ہاں اور سنو۔ دنیا میں حضور کے تشریف لانے کی خوشخبری اور پیش گوئی اللہ کی تمام پچھلی مقدس کتابوں اور اللہ کے نبیوں و رسولوں نے دی۔ بحکم قرآن :-

جنہوں نے تابعداری اختیار کی رسول و نبیِّ اُمّی کی انھوں نے پایا ہے اُن کے بارے میں تورات اور انجیل میں۔[۶۷] یہی وجہ ہے کہ جب اہلِ کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں نے آپ کو دیکھا پرکھا تو اچھی طرح سے پہچان لیا۔[۶۸] اور کیوں نہ پہچانتے جب کہ تورات کتاب استثنا اور کتاب حبقوق میں اور زبور کی کتاب دوم میں اور انجیل کی کتاب یوحنا میں انھوں نے حضور کے متعلق پیش گوئیاں پڑھ رکھی تھیں اور آپ کے ظہورِ پُر نور کے انتظار میں رہتے تھے کہ وہ سردار وہ مددگار وہ خلاصی دلانے والا یا فارقلیط بہ معنی احمد یونانی زبان میں یا سریانی میں برقلیطس اور منحمنا بہ معنی محمد عبرانی زبان میں۔ سب نبیوں اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ضرور آنے والا اور اَبد تک رہنے والا ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی خبر دی ہے کہ :- خداوند سینا سے آیا اور شعیر (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاقہ) سے آشکارا ہوا اور فاران سے جلوہ گر ہوا۔[۶۹] وغیرہ۔

اسی طرح زبور میں حضرت داؤد نے حضور کے گُن گائے ہیں کہ :- تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اسی لئے خدا نے تجھے سب کے لئے مبارک کیا۔ اے زبردست تو تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے حمائل کر اور سچائی و حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو۔ اور تیرا اپنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھلائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ اُمتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ[۷۰]

اب انجیل کی پیش گوئی بھی سنو۔ حضرت یسوع مسیح سے اُن کے شاگرد فلپس نے پوچھا۔ اے خداوند باپ (خدا) کو ہمیں دکھا۔

یسوع نے جواب دیا۔ اے فلپّس میں اتنی مدت سے تیرے ساتھ ہوں کیا تو مجھے نہیں جانتا جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ (خدا) کو دیکھا ... ... اور فرمایا کہ اب :۔ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ اور اب میں تم سے زیادہ باتیں نہیں کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار (سرورِ عالم) آتا ہے اور ہاں سنو یہ بھی فرمایا کہ :۔ جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں باپ کی طرف سے بھیجوں گا تو وہ میری گواہی دے گا[۲۳]

اِن آسمانی کتابوں کے علاوہ دنیا میں آپ کی آمد کی خبر دوسری مشہور مقدس کتابوں میں بھی ملتی ہے جن میں آخری زمانہ میں ہونے والے ایک کالکی اوتار کی نشان دہی کی گئی ہے[۲۴]۔

علاوہ ازیں گواہی دی نیک انسانوں نے مقدس کتابوں کی یقینی اور دستاویزی ثبوت کی بنا پر مثلاً کعب احبار وہب ابن منبہ وغیرہ نے۔ جبکہ اللہ کے نور کی روشنی ہر طرف پھیلنے لگی۔ اِن ہی خوش قسمت لوگوں میں حضرت عبداللہ ابن سلام بھی ہیں جو مدینہ کے یہودیوں میں مشہور دانش ور اور عالمِ دین تھے اپنی معلومات کے مطابق بعدِ ہجرت حضور کے پاس آکر ایمان لائے اور اسلام قبول کیا تو حضور نے ان سے پوچھا :۔

حضور :۔ اے ابن سلام کیا تو ہی یثرب والوں کا عالم ہے ؟

ابنِ سلام :۔ جی ہاں حضور میں ہی ہوں۔

حضور :۔ میں اب تجھے قسم دیتا ہوں اس خدا کی جس نے نازل کیا توراۃ کو۔ کیا پاتا ہے تو میری صفت اللہ کی اس کتاب میں ؟

ابنِ سلام :۔ ہاں سچ ہے یارسول اللہ۔ گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ ظاہر و غالب کرنے والا ہے آپ کو اور آپ کے دین کو تمام دینوں پر۔ وغیرہ وغیرہ۔

بہرحال جیسے جیسے سچے نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آتا گیا ویسے ویسے خوابوں میں بھی خوش خبریاں ملنے لگیں۔ کبھی اشاروں میں تو کبھی کھلے طور پر۔ چنانچہ

عبدالمطلب نے خواب دیکھا

مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کے آگے میں ایک چھوٹی سی دیوار بنی ہے جس کو حجر یا حطیم بھی

کہتے ہیں۔ حضور کی ولادت سے بہت دن پہلے کی بات ہے عبد المطلب مقام حجر میں سو رہے تھے کہ ایک عجیب و غریب خواب سے گھبراہٹ میں آنکھ کھل گئی اور اُسی وقت قریش کی کاہنہ کے پاس گئے۔

کاھنہ:۔ (عبد المطلب کی اس حالت کو دیکھ کر بولی) کیا بات ہے جو اتنے گھبرائے ہوئے ہو کیا کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟

عبد المطلب:۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری پیٹھ میں سے ایک چاندی کی زنجیر نکلی۔ وہ بڑھتی ہی گئی اور اس کا ایک سرا آسمان پر پہنچ گیا۔ اس زنجیر میں سے اور بہت سی زنجیریں نکلیں پھر سب پھیل کر دنیا میں چاروں طرف چھاگئیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ زنجیر بدل کر درخت بن گئی۔ اس میں سے سورج سے زیادہ تیز روشنی نکل رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ سارا عالم اس کی طرف سجدہ کر رہا ہے۔ پھر دیکھا کہ وہ درخت بڑھتا اور اونچا ہوتا جا رہا ہے اور اس میں نور یا روشنی تیز سے تیز تر ہوتی جاتی ہے کبھی وہ چھپ جائے اور کبھی وہ ظاہر ہو جائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ قریش کے بہت سے لوگ اس کی شاخوں کو پکڑ کر لٹکے ہوئے ہیں اور قریش کی ایک دوسری جماعت دیکھی جو اُس کو کاٹنا چاہتی ہے۔ یہ دوسرے لوگ جب درخت کے پاس پہنچتے ہیں تو ایک بڑے خوبصورت جوان نے بڑھ کر اُن لوگوں کی ہڈی پسلی توڑ دی اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ میں نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا کہ اس درخت سے اپنا حصہ لے لوں مگر ناکام رہا۔ میں نے اس خوبصورت جوان سے پوچھا کہ اس درخت سے کن لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ اس نے بتایا کہ جو اس میں لٹکے ہوئے ہیں۔ اس خواب کی وجہ سے میں گھبرا کر تمہارے (کاہنہ کے) پاس آیا ہوں۔ تم اس کی تعبیر بتاؤ۔

کاھنہ:۔ (خواب سن کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا پھر سنبھل کر بولی) سچ سچ تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو تمہاری نسل میں سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو ساری دنیا کا مالک ہوگا۔ لوگ اس کے دین پر ہوں گے۔ اس کا دین تمام دینوں کو رد کر دے گا اور اس کا نور سورج سے زیادہ روشن ہوگا جو تمام عالم کو گھیر لے گا اور قیامت تک باقی رہے گا۔

(پھر اس خواب کو عبد المطلب نے اپنے بیٹے ابو طالب سے بیان کیا اور کہا)

عبد المطلب:۔ شاید وہ شخص تمہاری ذات ہو۔

ابو طالب :- (حضور کے نبی ہونے کے بعد یہ واقعہ ابو طالب اس طرح بیان کرتے ہیں)

" خدا کی قسم وہ درخت ابو القاسم الامین کی ذات ہے "

لوگوں نے پوچھا۔ جب حقیقت یہ ہے تو پھر تم کیوں ایمان نہیں لے آتے ؟

ابو طالب :- صرف اس غیرت سے رُکا ہوا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بڑھاپے میں آکر اپنے باپ دادا کا طریقہ چھوڑ دیا اور بھتیجے کا دین اختیار کر لیا۔

لو یک نہ شد دو شد

ہاں جب ولادت کے دن قریب ہوئے تو محترم دادا صاحب ہی نے پھر خواب دیکھا کہ جیسے کوئی کہہ رہا ہے کہ اے عبد المطلب تمہارے یہاں جہانوں کا سردار پیدا ہوگا اس کا نام محمد رکھنا (یعنی جس کے گُن سبھی گائیں گے) اسی طرح کا خواب حضور کی والدہ محترمہ نے بھی دیکھا تھا۔

مرحبا شانِ ولادت

حضور کے دادا جناب شیبہ عبد المطلب کے دس بیٹوں میں ایک جناب عبد اللہ بھی تھے جن کی شادی پچیس سال کی عمر میں محترمہ آمنہ بنتِ وہب زہری سے ہوئی۔ پھر جناب عبد اللہ کا انتقال شادی کے جلد ہی بعد حضور کی پیدائش سے قریب سات ماہ پہلے ہی ہو گیا۔ بہر حال بطنِ مادر میں پورے نو ماہ بہ خیر و خوبی گزار کر آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کی صبح صادق کے مبارک وقت عالمِ دنیا میں تشریف لائے۔ اس کے مطابق ماہِ اپریل ۵۷۱ء تھا۔ مکہ میں ابرہہ کے واقعۂ فیل کا پہلا سال تھا۔ ایران میں شاہ نوشیروانِ عادل کا زمانہ تھا۔ ہندوستان میں وردھن خاندان کا عہدِ حکومت اور روم و شام پر ہرقل کی شہنشاہی کا دور دورہ تھا۔

حضور کی ذات ہمیشہ سراپا معجزات رہی۔ چنانچہ آپ کی پیدائش کے متعلق جناب فاطمہ والدہ عثمان بن ابی العاص کہتی ہیں کہ :- میں ولادت شریف کے موقع پر موجود تھی۔ اس وقت سارا گھر نور سے جگمگا رہا تھا اور ستارے زمین سے اتنے قریب آگئے کہ لگتا تھا کہ ابھی مجھ پہ ہی گر پڑیں گے اور جناب شفا والدہ عبد الرحمٰن بن عوف کہتی ہیں کہ آپ کی ولادت میرے

ہاتھ پر ہوئی۔ اس وقت سارا عالم میرے سامنے روشن نظر آیا اور میں نے ملکِ شام کے محلات دیکھ لئے۔ محترمہ بی بی آمنہ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ وقتِ ولادت میں نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ میرے شکم سے ایک نور نکلا جس سے شہر بصریٰ روشن نظر آیا۔ اور فرماتی ہیں کہ :- پیدائش کے بعد جب آپ پر میری نظر پڑی تو دیکھا کہ آپ کا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہے۔ ایک مٹھی بندھی ہوئی ہے مگر ایک انگلی اٹھی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے سر مبارک زمین پر رکھ دیا۔ آپ کے دادا شیبہ عبدالمطلب کہتے ہیں کہ اس رات میں حرم پاک کا طواف آخر شب کر رہا تھا۔ میں نے کعبہ کو مقامِ ابراہیم کی طرف جھکتے دیکھا اور اللہ اکبر کی آواز تین بار سنائی دی اور جیسے کوئی کہہ رہا تھا کہ میں (یعنی خانۂ کعبہ) مشرکوں کی جاہلیت سے پاک ہوا اور دیکھا کہ عہدِ جاہلی کے بت جیسے گرے پڑے ہیں اور آواز آئی کہ خوب سن لو آمنہ کے بطن سے محمد پیدا ہو گئے ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ پھر دادا صاحب غیبی طور پر ولادت کی یہ خوش خبری سن کر جلدی سے گھر آئے اور مارے خوشی کے آپ کو دیکھنے کو مانگا، پیار کیا اور آپ کو حرم پاک کی زیارت کو لے گئے۔ پھر ساتویں روز سنتِ ابراہیمی کے مطابق آپ کا عقیقہ کیا جس میں بہت سے اونٹ ذبح کر کے مکہ والوں کی دعوت کی اور آپ کا نام بشارتوں کے مطابق محمد رکھا اور کہا کہ یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین پر تمام مخلوقِ خدا ان کی تعریف کرے (کیونکہ محمد کے معنی ہیں بہت سراہا ہوا)۔

ذکرِ ولادت شریف کے خاص موقع کی مناسبت سے تعظیماً اور ادباً قیام کے ساتھ آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا معتبر عالموں نے مستحب یعنی عمدہ اور نیک عمل بتایا ہے۔ تو بسم اللہ آئیے سب حاضرینِ محفلِ پاک پورے جذبۂ محبت و ادب اور دلی ذوق و شوق کے ساتھ آپ کے حلیۂ مبارک کے تصور میں ڈوب کر وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی عملی تفسیر بلند آواز سے سنائیں۔

یا نبی سلام علیک

آیا شاہدِ لولاک	دولھا بزمِ انبیاء کا
شور اٹھا صلِّ علیٰ کا	اَبی و اُمّی فداک

یا نبی سلام علیک ، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک ، صلوٰۃُ اللہ علیک

بی بی آمنہ کے جائے — اے خوشا تشریف لائے
سُن کے پنچھی چہچہائے — گُل و غنچے مُسکرائے

یا نبی سلامٌ علیک ، یا رسول سلامٌ علیک
یا حبیب سلامٌ علیک ، صلوٰۃُ اللہ علیک

نُور کا تڑکا مبارک — چاند سا مُکھڑا مبارک
خلد کا حُلّہ مبارک — عرش کا تحفہ مبارک

یا نبی سلامٌ علیک ، یا رسول سلامٌ علیک
یا حبیب سلامٌ علیک ، صلوٰۃُ اللہ علیک

شہرِ مکّہ خیرِ مولَد — شِرک و شر سے دُور اَبْجد
نامِ نامی ہے محمّد — حق احد ہے آپ احمد

یا نبی سلامٌ علیک ، یا رسول سلامٌ علیک
یا حبیب سلامٌ علیک ، صَلوٰۃ اللہ علیک

مرحبا شانِ ولادت — ہے خدائی اس کی برکت
برسا ہر سُو ابرِ رحمت — آپ پر ختمِ نبوت

یا نبی سلامٌ علیک ، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلامٌ علیک ، صَلوٰۃ اللہ علیک

یہ خاندان اللہ کی شان !

ہمارے پیارے نبی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نامی محمد ہے اور آپ بیٹے ہیں عبداللہ کے۔ وہ بیٹے ہیں عبدالمطلب شیبہ کے۔ وہ بیٹے ہیں عمرو ہاشم کے۔ ان سے اوپر چودہ پشتوں کے بعد انیسویں دادا کا نام عدنان ہے۔ یہاں تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنا نسب مبارک بیان فرمایا ہے کہ حضرت اسماعیل و حضرت ابراہیم (علیہما السلام) میرے اجداد میں تھے۔ عدنان سے اوپر سلسلہ وار ناموں کی تحقیق نہیں ہے اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت عمرو ابن العاص و حضرت عبداللہ ابن مسعود نیز دیگر صحابہ نے عدنان سے اوپر نسب شریف میں ناموں کے بیان کرنے والوں کو جھوٹا کہا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام تک نام بنام گناتے ہیں[۸۱]۔ اور حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ: "بے شک اللہ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے پسند کیا اسماعیل کو اور ان کی اولاد میں سے بنی کنانہ (یعنی حضور کے بارہویں[۱۲] دادا) کو اور ان کی اولاد میں سے قریش کو اور ان میں سے بنی ہاشم کو اور ان میں سے مجھ کو[۸۱]" اور فرمایا کہ:- "میرے نسب میں زمانۂ جاہلیت کی بدعنوانیاں کبھی نہیں رہیں بلکہ ہمیشہ نکاح کا طریقہ جاری رہا[۸۲]" نیز یہ کہ آپ کی ننھیالی و ددھیالی پشتوں میں عہدِ جاہلی کی خرابیاں ہرگز نہیں پائی گئیں[۸۳]۔

دوسری بات یہ یاد رہے کہ بعض عالموں کے نزدیک خاندانِ قریش کا نام کنانہ کے بیٹے قیس نضر کی اولاد سے اور بعض کے خیال میں قیس نضر کے پوتے فہر کی اولاد سے پڑا۔ اور آپ کے پردادا عمرو ہاشم کی اولاد بنی ہاشم یا ہاشمی کہلاتی ہے۔

آپ کے ددھیالی عزیز اور مشہور اقربا جو شروع ہی میں ایمان لائے وہ حضرت حمزہ سیدالشہداء اور حضرت عباس حقیقی چچا ہیں اور چچیرے بھائی حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔

ایمان نہ لانے والوں میں حقیقی چچا ابو طالب جو آپ کے چاہنے والے اور نہایت مہربان تھے ان کے علاوہ ابو لہب بھی حقیقی چچا تھا مگر سخت دشمن۔

ننھیال میں آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت آمنہ بنتِ وہب زہری تھا جن کا نسب زہرہ ابن کلاب پر پہنچتا ہے۔ اسی لئے حضور نے حضرت سعد زہری کو اپنا ماموں فرمایا ہے[۸۴]۔

یہ خوب شجرہ ہے

ہیں حضور ابنِ حضرت عبداللہ — دادا جان عبدِ مطلب شیبہ

عمرو ہاشم ہیں سیدالبطحا — پھر مغیرہ ہیں تیسرے دادا

پھر ہیں زیدِ قصی، حکیم کلاب — ہیں چھٹے دادا مرہ پھر ہیں کعب

پھر ہیں غالب تو فہر دادا نویں
باپ مالک کے نضر گیارہویں

پھر کنانہ ہیں اور خزیمہ ہیں
چودھویں دادا ایک مُدرکہ ہیں

پھر ہیں الیاس اور مُضر کے بعد
ایک دادا نزار پھر ہیں مَعد

دادا انیسویں جو ہیں عدنان
معتبر ٹھہرا اُن کا نام و نشان

اِن کے دادوں میں دو نبیِ جلیل
ہیں براہیم و حضرت اسماعیل

ماں بنی زُہرہ نام آمنہ ہے
اے خیالی یہ خوب شجرہ ہے

صلِّ علیٰ حضور کا بچپن اور نوجوانی

اب آپ حضور کے دُودھ پینے کے زمانے یعنی رضاعت، شقِ صدر کا واقعہ اور کھیل کود یعنی قریب بارہ سال کی عمر کے مختصر حالات اور ضروری جانکاری کے اشاروں کی بات سُنیئے:۔

ولادت شریف کے بعد حضور نے صرف گنتی کے چند دنوں اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد ابو لہب کی لونڈی ثُوَیبہ نے دودھ پلایا۔ پھر عرب کے شریفوں کے مطابق جب مکہ میں دیہات کی دودھ پلانے والیاں بچوں کو لینے آئیں تو ان ہی میں حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذُوَیب اپنے شوہر حارث ابن عبداللہ کے ساتھ آئیں۔ خدا نے اپنے حبیب دُرِّ یتیم کی رضاعت اسی غریب جوڑے کی قسمت میں رکھی تھی۔ چنانچہ وہ حضور کو لے کر اپنے پڑاؤ پہنچیں اور دودھ پلایا تو روزانہ سے برخلاف اِتنا دودھ اُترا کہ آپ کے دودھ شریکے بھائی عبداللہ بھی پی کر چھک گئے۔ پھر حارث نے جب اپنے لوگوں کے لئے اونٹنی کو دوہا تو اُن کی دُبلی پتلی اور بھوکوں مرتی اونٹنی نے بھی بہت کافی دودھ دیا۔ اس پر حارث نے دائی حلیمہ سے خوش ہو کر کہا کہ اے حلیمہ خدا کی قسم تم بہت ہی مبارک بچہ لائی ہو۔

بی بی حلیمہ کہتی ہیں کہ دو سال پر دودھ چھڑانے کے وقت حضور اتنے تندرست اور طاقت وَر تھے کہ چار سال کے لگتے تھے اور دستور کے مطابق وہ آپ کو مکہ واپس پہنچانے گئیں تو ابھی بہران کی ممتا نے ایسا جوش مارا کہ انھوں نے جناب آمنہ سے آپ کو پھر واپس لے جانے کی التجا کی

اور اجازت پا کر وہ آپ کو پھر واپس لے آئیں اور حضور پھر اُن ہی کے یہاں پرورش پانے لگے۔

اسی دوران وہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا جسے شقِ صدر کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں سینہ یا دل کا کھُلنا۔ حضور کے شقِ صدر کا مطلب ہے قدرتِ الٰہی کا وہ انتظام جس کے ذریعہ آپ کے مبارک دل کو دنیا کی خرابیوں سے پاک وصاف کر کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کا شقِ صدر بقولِ مشہور تین بار ہوا۔ پہلا شقِ صدر دائی حلیمہ کے گھر پرورش پانے کے دوران۔ دوسرا غارِ حرا میں نبوت کی پہلی وحی نازل ہونے کے وقت اور تیسرا شبِ معراج میں دعوتِ عرشِ بریں اور عالمِ بالا کی سیر کے قبل۔

بہر حال دائی حلیمہ کے گھر جبکہ آپ کی عمر شریف چار سال کے قریب تھی اور پہلے شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا اس کا بیان دائی حلیمہ ہی کی زبانی سُنیئے :۔

دائی حلیمہ :۔ (کہتی ہیں کہ) جب حضور کو میں دوبارہ گھر واپس لے آئی تھی تو ایک دن ایسا ہوا کہ آپ کا دودھ شریکا بھائی عبداللہ ضُمیر آپ کو ساتھ لے کر گھر کے پچھواڑے بکریاں چَرانے گیا ہوا تھا کہ اچانک دوڑا ہوا بہ حالتِ پریشانی آیا اور کہنے لگا۔

عبداللہ :۔ آماں آماں! میرے قریشی بھائی کے پاس دو سفید پوش آدمی آئے اور انھوں نے اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔

دائی حلیمہ :۔ (کہتی ہیں کہ) یہ سنتے ہی میں اور میرے شوہر حارث بھاگے ہوئے گئے تو دیکھا کہ آپ خاموش کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ اُڑا ہوا ہے۔ حارث نے جاتے ہی آپ کو چپٹا لیا اور پوچھنے لگے۔

حارث :۔ ارے بیٹے تجھے کیا ہو گیا؟

حضور (نے جواب دیا کہ) دو سفید پوش آدمی آئے اور مجھے لٹا کر پیٹ چاک کیا اور کوئی چیز نکال کر پھینک دی پھر چاک کو برابر کر دیا کوئی زخم نہ رہا۔ البتہ بدن میں کچھ سردی کے آثار ہیں۔

حارث (نے حلیمہ سے کہا) اے حلیمہ مجھے ڈر ہے بچے کو کچھ ہو نہ جائے بہتر ہے اسے اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔

دائی حلیمہ کہتی ہیں کہ پھر میں آپ کو لے کر مکہ میں آپ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ کے سپرد کرنے پہنچی۔ بی آمنہ نے حیرت سے پوچھا۔ کیوں آنا تم بچے کو تو اول تو بڑے چاؤ سے واپس لے گئیں اور

پھر جلد ہی (یعنی دو ہی سال بعد) واپس بھی لے آئیں۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ کیا معاملہ ہے؟

دائی حلیمہ نے سارا واقعہ بیان کیا تو بی بی آمنہ نے کہا۔

کیا تمہیں اس کے بارے میں شیطان کا ڈر ہے؟

دائی حلیمہ:۔ ہاں مجھے ایسا ہی لگتا ہے کہ کہیں کم بخت کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔

بی بی آمنہ (نے کہا):۔ اے حلیمہ! خدا کی قسم اس بچہ پر شیطان کا کچھ بھی اثر نہیں ہو سکتا میں نے اس کی عجیب شان دیکھی ہے۔

بہرحال اب آپ اپنی والدہ محترمہ کے پاس پرورش پانے لگے۔ اس وقت آپ چار سال کے ہو چکے تھے لیکن گھر کی حالت بڑی تنگی سے بسر ہو رہی تھی اور یہ تو معلوم ہی ہو چکا ہے کہ حضور پیدائشی یتیم ہوئے تھے اسی دُرِ یتیم کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ (اے نبی) بھلا نہ پایا تجھ کو یتیم پھر جگہ دی۔ ظاہر ہے کہ آپ کی یہ یتیمی اور گھر کا یہ حال کہ والد محترم جناب عبداللہ بعمر پچیس سال عین اٹھتی جوانی میں وفات پا جانے کی وجہ سے ابھی زیادہ مال و جائداد بھی مہیا نہ کر پائے تھے چنانچہ انھوں نے اپنے پیچھے صرف پانچ اونٹ کچھ بکریاں اور ایک لونڈی برکہ اُمِّ ایمن چھوڑی تھی[۴۶]

خیر! دائی حلیمہ کے گھر سے دوبارہ واپسی پر حضور کی والدہ محترمہ آپ کی پردادی کے گھر والوں کو دکھانے مدینے لے گئیں۔ (کیونکہ شیبہ عبدالمطلب کی سگی ماں بھی مدینے کی تھیں)۔ ایک ماہ وہاں رہ کر مکہ واپس ہو رہی تھیں کہ راہ میں بمقام ابواء انتقال کر گئیں۔ وہیں دفن ہوئیں اور اُمِّ ایمن حضور کو لئے ہوئے مکہ پہنچیں۔ اس وقت حضور کی عمر شریف چھ سات سال تھی۔

مکہ آکر دادا عبدالمطلب کے سایۂ شفقت میں حضور پرورش پانے لگے جو آپ کو دل و جان سے عزیز رکھتے تھے۔ اللہ کی مرضی کہ دو ہی سال بعد پیارے دادا صاحب بھی وفات پا گئے۔ ان کی وصیت کے بموجب پھر آپ اپنے بڑے چچا عبدِ مناف ابو طالب کی تربیت میں آ گئے اور آٹھ سال حضور کی عمر شریف سے لے کر ابو طالب اپنے مرتے دم تک آپ پر از حد مہربان رہتے یہاں تک کہ حضور کے اعلانِ نبوت کے بعد بھی وہ آپ کے پُرجوش حامی اور مددگار رہے۔ اگرچہ خود ایمان نہیں لائے تھے۔

صبح زندگی اور شام کا سفر

آپ کی عمر شریف جب بارہ سال کی ہوئی۔ اُسی زمانے میں آپ کے چچا ابو طالب نے تجارت

کے لئے ملکِ شام جانے کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ حضور کو بھی لیتے گئے۔ راستے میں کسی مقام پر ایک عبادت خانہ یعنی دیر تھا۔ وہاں کے راہب یعنی مذہبی پیشوا کی نظر حضور کے پُر نور چہرے پر پڑی تو اس نے غور سے دیکھ کر ابوطالب سے یوں گفتگو کی :-

راہب (نے پوچھا) یہ لڑکا کون ہے ؟

ابوطالب (نے کہا) یہ میرا فرزند ہے۔

راہب :— یہ بات صحیح نہیں ہو سکتی۔ یہ لڑکا یتیم معلوم ہوتا ہے۔

ابوطالب :— تم ٹھیک کہتے ہو۔

راہب :— دیکھو! انھیں یہودیوں سے بچائے رکھنا۔

پھر تجارتی قافلہ اُس مقام سے روانہ ہو کر ملکِ شام کی سرحد پر شہر بصریٰ پہنچا۔ اُس میں عیسائیوں کا ایک بڑا کلیسا یعنی عبادت خانہ واقع تھا۔ جرجیس راہب اُس عبادت خانے کا امام تھا اور بحیرا کے نام سے مشہور تھا۔ بڑا عالم آدمی تھا۔ جس وقت ابوطالب کا قافلہ وہاں پہنچ رہا تھا۔ بحیرا بھی اُس دن خلافِ معمول اپنے صومعہ یعنی عبادت خانے سے نکل آیا اور اہلِ قافلہ سے کہا کہ :- تم سب چھوٹے بڑے ہمارے مہمان ہو۔ سب لوگ دعوت میں شرکت کے لئے گئے۔ حضور کی عمر شریف سب سے کم تھی اور آپ پڑاؤ کے قریب ایک درخت کے نیچے آرام سے سو رہے تھے۔ کسی نے آپ کو نہ جگایا اور آپ سب کے ساتھ نہ جا سکے۔ بحیرا نے ایک ایک شخص کو بڑے غور سے دیکھا اور کسی میں نورِ نبوت کا اثر نہ پایا تو اُس نے لوگوں سے پوچھا :-

بحیرا — کیا تم میں سے کوئی شخص رہ گیا ہے ؟

قریش کے لوگ بولے ہاں۔ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک کمسن لڑکا رہ گیا ہے۔

بحیرا (نے کہا)۔ کتنی بُری بات ہے کہ تم سب تو آ جاؤ اور ایک بچے کو چھوڑ آؤ۔ جاؤ اور اُسے بھی لے کر آؤ۔ یہ سُن کر آپ کے سب سے بڑے چچا حارث بن عبدالمطلب اُٹھ کر گئے اور آپ کو لا کر اپنے پاس دسترخوان پر بٹھایا۔ بحیرا آپ کی ہر ہر بات کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ جب سب لوگ کھانا کھا کر جانے لگے تو بحیرا آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا :-

بحیرا :— میں تم کو لات اور عزیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں تم سے جو کچھ پوچھوں تم مجھے اُس

کا جواب دو۔

حضور (نے فرمایا) تم مجھے لات وعزیٰ کا واسطہ نہ دو۔ قسم ہے اللہ کی مجھے بتوں سے بہت ہی زیادہ نفرت ہے۔

بحیرا:۔ (نے یہ سُن کر کہا) اچھا! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔

حضور:۔ ہاں! اب جو چاہو مجھ سے پوچھو میں خوشی سے جواب دوں گا۔

بحیرا نے آپ سے سوتی اور جاگتی ہر حالت کے بارے میں ایک ایک بات پوچھی۔ آپ نے سب کا جواب دیا۔ پھر بحیرا نے آپ کی پیٹھ کھول کر مُہرِ نبوت دیکھی اور اُسے چوما۔ پھر:۔

بحیرا:۔ (نے ابو طالب سے پوچھا) یہ لڑکا تمہارا کون ہے؟

ابو طالب:۔ یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرا:۔ یہ تمہارا بیٹا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اِن کے والد کو زندہ موجود نہ ہونا چاہیئے۔

ابو طالب:۔ تم ٹھیک کہتے ہو دراصل یہ میرے چھوٹے بھائی عبد اللہ کے بیٹے ہیں۔ ابھی یہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا اور پھر جب یہ ابھی چھ سات سال کے تھے اِن کی ماں (بی بی آمنہ) بھی وفات پا گئیں۔

بحیرا:۔ (نے کہا) تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے اپنی کتابوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ لڑکا بڑی شان والا ہو گا۔ خدا کے واسطے تم اِن کو یہودیوں سے بچاؤ اور انہیں شام کی طرف یہود کی بستی میں نہ لے جاؤ۔ اگر اُن کو پتہ چل گیا تو تم بڑی مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ کیونکہ یہود ان کے دشمن ہیں —— چنانچہ بحیرا کی تاکید پر ابو طالب نے شام کا ارادہ چھوڑ کر اپنا مال وہیں بیچ دیا اور مکّہ واپس ہو گئے۔ [۳۵]

تقریبِ نکاح اور حالاتِ قبلِ بعثت

جس وقت آپ کی عُمرِ مبارک پچیس سال کی ہو رہی تھی (یعنی پانسو پچانوے عیسوی میں) ایک روز آپ کے چچا ابو طالب نے آپ سے کہا:۔

ابو طالب:۔ اے میرے بیٹے گھر میں خرچ کی تنگی ہے۔ دیکھو بنت خویلد (ابن عبد العزیٰ قریشی) خدیجہ مال دار خاتون ہے اور وہ شرکت پر اپنا پیسہ دیا کرتی ہے۔ بہتر ہے اُس سے فائدہ اٹھاتے

ہیں۔ اور تمہاری تو امانت اور دیانت سبھی جانتے ہیں۔ اگر تم شرکت پر خدیجہ سے مال لے کر تجارت کرو گے تو وہ بڑی خوشی سے تیار ہو جائے گی۔

حضور:۔— (نے فرمایا) اگر خدیجہ اپنا مال دیں تو میں ضرور تجارت کے لئے لے جاؤں گا۔ بہرحال اِس بات کا علم حضرت خدیجہ کو ہو گیا۔ اُنھوں نے شرکت پر مال لے جانے کی آپ سے اِلتجا کی۔ آپ راضی ہو گئے۔ اور مال لے کر مُلک شام کو قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا۔ اس سفر میں بڑا نفع ہوا۔ اور مکّہ لوٹنے پر میسرہ جو راستے بھر آپ کے اعلیٰ اخلاق و عادات اور عجیب واقعات دیکھتا رہا تھا سچے دل سے آپ کا غلام عقیدت مند ہو گیا اور اُس نے سفر کی ساری باتیں حضرت خدیجہ سے بتائیں۔ آپ کی امانت اور سچائی کا علم تو اُن کو پہلے ہی سے تھا۔ اب جو باتیں میسرہ نے بتائیں اُن سے اُن کے دل میں حضور کی محبت بڑھ گئی اور آپ کے پاس نکاح کا پیغام بھجوایا۔ آپ نے اپنے چچا ابو طالب سے ذکر کیا تو اُنھوں نے خوشی خوشی آپ کا نکاح حضرت خدیجہ سے کر دیا۔ اور یوں ربِّ تعالیٰ نے آپ کی مسلسل غربت کو خوشحالی سے بدل کر فرمایا ہے کہ:۔
اور پایا تم کو مفلس پھر محظوظ کیا۔" [89]

بہرحال اُمّ المومنین بی بی خدیجہ پچیس سال کے لگ بھگ آپ کی شریکِ حیات رہیں اور نبوّت کے دسویں یا بارہویں سال جب حضور کا سنِ مبارک پچاس یا باون (بحسابِ فرق قمری و شمسی سال) برس کا ہو چکا تھا حضرت خدیجہ وفات پا گئیں (۶۱۹ یا ۶۲۰ عیسوی میں) حضور نے اُن کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اِن سے چھے اولادیں ہوئیں۔ دو بیٹے جو ابتدائی عمر ہی میں انتقال فرما گئے یعنی قاسم اور عبداللہ جن کو طیّب اور طاہر بھی کہا گیا ہے۔ اِن کے علاوہ چار بیٹیاں تھیں حضرت زینب و حضرت رُقیہ و حضرت اُمِّ کلثوم و حضرت فاطمہ۔ [90]

اس پہلے نکاح کے دس سال بعد جبکہ آپ کی عمر تقریباً پینتیس سال تھی (۶۰۵ء میں) اسی زمانے میں کعبے کے متولی قبیلۂ قریش نے کعبے کی پرانی عمارت کو توڑ کر نئے سرے سے بنایا مگر حجرِ اسود کو اُس کے ٹھکانے پر رکھنے کی سعادت پر جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ آخر کار فیصلہ حضور پر ٹھہرا اور آپ نے اُسے ایک چادر میں رکھ کر ہر قبیلے کے ایک ایک آدمی کو چادر پکڑنے کو فرمایا اور حجرِ اسود کو آپ نے اصل ٹھکانے پر اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا اور لوگ آپ کو الامین کہہ کر پکارا نے لگے۔ [91]

الغرض سِن شعور کو پہنچنے کے بعد آپ نے دیکھا کہ انسان عجیب عجیب گمراہیوں میں مبتلا ہیں اور تاریخ کے لحاظ سے عرب ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے انسان گمراہی میں بھٹک رہے تھے۔ بادشاہوں اور امیروں نے دوسرے انسانوں پر اپنی خدائی کا سکہ جما رکھا تھا۔ غریبوں پر ظلم و ستم۔ عورتوں کے ساتھ زیادتی اور اُن کے پیدائشی حقوق سے محرومی۔ جُوا شراب و عیش پرستی کا دور دورہ تھا۔ کہیں بیوہ کو اپنے شوہر کے ساتھ زندہ جلنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ خود مُلک عرب میں شریف لوگ لڑکی کی پیدائش کو عار سمجھتے اور اُس معصوم کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ انسان اپنے خالق و پروردگار کو بھول کر خود گھڑے ہوئے خداؤں کی پرستش میں مگن تھا۔ اللہ کے مقدس گھر میں سیکڑوں بتوں کو بٹھا رکھا تھا۔ جہالت و جاہلیت اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ بات بات پر تلواریں نکل آتی تھیں اور شخصی لڑائی بڑھتے بڑھتے خاندانوں کی باہمی جنگ بن جاتی اور بعض دفعہ آنے والی نسلوں تک پچاسوں سال جاری رہتی۔ حضور کے اعلانِ نبوّت سے پہلے عموماً ہر جگہ یہی کچھ حال تھا۔

نبوّت سے پہلے

وہ رحمت بنے ابرِ رحمت سے پہلے	ہوا خلق نور اُن کا خلقت سے پہلے
امین اور صادق تھے بعثت سے پہلے	نبی معتبر تھے نبوّت سے پہلے
جدھر دیکھو تھا ظلم و شر ہی جہاں میں	قیامت تھی برپا قیامت سے پہلے
عرب والے اکثر جو لڑکی ہو پیدا	اسے دفن کرتے رضاعت سے پہلے
جو سورج وہ چمکا دمک اٹھی دنیا	اندھیری تھی اُن کی ولادت سے پہلے
نہ چیتے تھے وہ دودھ بھائی کے حق کا	نوازے گئے جو عدالت سے پہلے
کیا شقِ صدر ان کا روح الامیں نے	ہوئے پاک و صاف آپ جنّت سے پہلے
بحیرائے شامی کی پیشین گوئی	شہادت تھی پہلی رسالت سے پہلے

خیالِ حرم اور غارِ حرا میں
وہ عابد رہے فرضِ عبادت سے پہلے

رسالت کی بسم اللہ ہو رہی ہے

بہرحال دنیا کی خراب حالت دیکھتے سنتے جب آپ کی عمر شریف چالیس سال چھ ماہ[۹۲] (یعنی تقریباً ۶۱۰ء میں) کی ہو گئی تو آپ سکون کی تلاش میں مکہ سے قریب غارِ حرا میں بیٹھ کر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔ یہاں تک کہ ماہِ رمضان میں ایک روز اسی غار میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عالمِ دنیا میں نبوت کا تاج ۔ رسالت کی سند اور دینِ حق کا پیغام دے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ اللہ کی پہلی وحی لے کر نازل ہوئے اور آپ کو سورۂ اقراء کی ابتدائی چند آیتیں مَالَمْ یَعْلَمْ تک سکھائیں۔

یہ نبوت کا پہلا سال ہے۔

اس کے بعد آپ گھر واپس ہوئے تو نزولِ وحی کے واقعے پر آپ کو کچھ حیرت اور بارِ نبوت کے احساس سے قدرے جھرجھری سی معلوم ہونے لگی اور گھر پہنچ کر آپ نے بی بی خدیجہ سے فرمایا زملونی زملونی یعنی مجھے کمبل اُڑھاؤ مجھے کمبل اُڑھاؤ۔

حکم کی تعمیل کے بعد بی بی خدیجہ نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہ کرے گا کیونکہ آپ قرابت داروں سے اچھا سلوک کرتے ہیں سچ بولتے ہیں۔ کمزوروں کا بوجھ اٹھا دیتے ہیں۔ مہمان نوازی فرماتے ہیں اور حادثوں میں مخلوق کی مدد کرتے ہیں — پھر وہ اپنے چچیرے بھائی ورقہ ابنِ نوفل کے پاس آپ کو لے گئیں۔ انھوں نے آپ سے نزولِ وحی کا سارا واقعہ پوچھ کر سنا اور کہا کہ اے بھتیجے یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لاتا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں جبکہ ہر نبی کی طرح لوگ آپ کے دشمن ہو جائیں کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیں اور تب میں آپ کی خوب مدد کر سکوں۔[۹۳]

کملی والے

محمد رسولِ خدا کملی والے ۔ ہیں محبوبِ ربّ مصطفےٰ کملی والے
اِدھر زملونی کہا کملی والے ۔ مزمل لقب ہو گیا کملی والے
خوشا مُہر زیرِ قفا کملی والے ۔ کہ ہیں خاتم الانبیا کملی والے
وہ اِقرا وہ غارِ حرا کملی والے ۔ نبوت کا تمغا ملا کملی والے

وہ فاراں پہ حق کی ندا کملی والے | کہ سوتا ہوا جاگ اُٹھا کملی والے
نہ کیوں کفر پھر ٹوٹتا کملی والے | کہ دی ظالموں کو دُعا کملی والے

عقیدت کے پھولوں کی لایا ہے ڈالی
خیالی غلام آپ کا کملی والے

اِسلام کی دعوت اور عداوت

پہلی وحی کے تین سال بعد (۳ نبوی) سورۂ مدثر نازل ہوئی اور پھر یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ آخری وحی سورۂ فتح یعنی إِذَا جَاءَ تھی جو ۱۱ ۶۳۳ء میں نازل ہوئی جس کا قرآنی عدد ایک سو چودہ ہے[۹۴]۔ بہرحال جب چھبیسویں سورۃ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ: "آپ اپنے قریبی عزیزوں کو عذابِ (آخرت) سے ڈرایئے"[۹۵] تو حضور نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کے سارے قبیلوں کو نام بنام پکارا اور عذابِ الٰہی سے ڈرایا۔ سبھوں نے آپ کی بات سُنی اور کچھ نہ بولے مگر ابولہب (حقیقی چچا) بُرا بھلا کہتا بڑبڑاتا واپس ہوا۔ اُسی کے متعلق سورۂ تبّت یدا نازل ہوئی[۹۶]۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخالفتوں کے باوجود برابر دینِ حق کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ اپنوں میں بھی پرایوں میں بھی۔ بلکہ دنیا میں جیسا کہ دیکھا جاتا ہے حق پسند انسان کو غیروں سے زیادہ اپنوں اور عزیزوں سے زیادہ تر مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ہمارے حضور کو بھی شہر مکہ کے باشندوں میں سب سے زیادہ تکلیف اپنے خاندانِ قریش کے ہاتھوں ہی اُٹھانا پڑی۔ ابولہب بن عبدالمطلب جانی دشمن تھا۔ اسی طرح اس کی منحوس بیوی بھی۔ ابوجہل بھی کچھ زیادہ دُور کا رشتہ دار نہ تھا اور بچپن کا ساتھی بھی مگر وہ بھی سامنے اور پیٹھ پیچھے آپ کی بدخواہی میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ایک بار حضرتِ حمزہ حضور کے چچا نے ابوجہل کی بدسلوکی کا حال سُن کر اُسے مارا بھی تھا اور اسی وقت جناب حمزہ نے حضور کے پاس جا کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی طرح عقبہ بن ابی معیط اکثر آپ کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ ایک بار حضور مسجدِ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے وہاں وہ کم بخت کا فرا ونٹ کی اوجھڑی لئے ہوئے پہنچا اور سجدے کی حالت میں آپ کی مبارک پیٹھ پر رکھ دی۔ گندگی کے خیال سے آپ دیر تک اِسی

حالتِ سجدہ میں رہے یہاں تک کہ حضرت فاطمہ جو ابھی کم سن تھیں خبر پا کر آئیں اور اوجھڑی ہٹائی۔[۱۹]

حضور کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بہت مصیبتیں اُٹھانا پڑتی تھیں۔ جیسے کہ حضور کے خاص مؤذن حضرتِ بلال کو جبکہ وہ دَورِ غلامی میں تھے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے مکہ کی گلیوں میں تپتی ہوئی ریت پر گھسیٹا گیا جسے دیکھ کر حضرتِ صدیق نے اُن کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔ وغیرہ

حضور کی مکی زندگی میں دشمنانِ حق کے ظلم وستم کا اندازہ خود حضور کے بیان کیے ہوئے اس واقعہ سے ہوگا کہ ایک دفعہ مدینہ میں بی بی اماں عائشہ صدیقہ نے حضور سے پوچھا:۔

عائشہ :۔ یارسول اللہ کیا آپ پر جنگِ اُحد سے بھی زیادہ کوئی سخت دن گزرا کیونکہ اُس دن سرِ مبارک میں زخم آئے اور مبارک دانت شہید ہوا۔

حضور (نے فرمایا)۔ اے صدیقہ میں نے مکہ میں کچھ کافروں کو اسلام کی دعوت دی اور بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانے بلکہ اُلٹے مجھ پر اتنا ظلم کیا کہ میری پنڈلیوں سے خون بہہ نکلا تب میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے رنج کا حال عرض کیا اِس پر اللہ کا ایک فرشتہ آیا جو پہاڑ کا مؤکل تھا۔ اس نے کہا۔

فرشتہ (بولا)۔ یارسول اللہ آپ اجازت دیں تو میں پہاڑ اور زمین کو توڑ کر کافروں کا نام ونشان مٹا دوں۔

حضور (نے فرمایا) نہیں، مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ مکہ کے ظالموں کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد کی عبادت کریں اور اُس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔[۲۰]

مکہ میں اعلانِ حق پر

ہیں نبیوں کے سردار شہرِ حرم میں	دو عالم کے مختار شہرِ حرم میں
کیا کوہِ فاراں پہ اعلانِ حق کا	ہُوا دیں کا پرچار شہرِ حرم میں
صدا لَا اِلٰہ کی ہر سمت گونجی	بہت بگڑے کفار شہرِ حرم میں
ہوئی اہلِ ایماں پہ چاروں طرف سے	مظالم کی بوچھار شہرِ حرم میں
گھسیٹے گئے دھوپ میں پتھروں پر	بلالِ وفادار شہرِ حرم میں
سُمیّہ وہ پہلی شہیدہ کا قاتل	تھا بوجہل بدکار شہرِ حرم میں

صحابہ بہادر تھے لیکن خیالی
اُٹھائی نہ تلوار شہرِ حرم میں

عُمرِ فاروق اسلام لارہے ہیں

اب تک کُل اُنتالیس مرد و عورت ایمان لاچکے تھے جن میں قابلِ ذکر نام یہ ہیں:۔ عورتوں میں سب سے پہلے اماںؓ بی بی خدیجہ۔ بڑوں اور دوستوں میں حضرت ابُوبکر صدیق۔ کم سنوں میں حضرتؓ علی۔ بحالتِ غلامی حضرتؓ بلال حبشی۔ آزاد شدہ غلام حضرتؓ زید بن حارثہ۔ اس کے بعد حضور کے سگے چچا سید الشہداء حضرتؓ حمزہ۔ پھر حضرتؓ آمنہ بنت خطاب۔ اور موصوفہ کے شوہر حضرتؓ سعید بن زید بن تفیل جو حضرت عمرِ فاروق کے بہنوئی تھے۔ بعدہ حضرتؓ سعد بن ابی وقاص زہری۔ حضرتؓ خباب ابن الارت۔ پھر حضرتؓ سُمیہ بنت خیاط عہدِ اسلام میں پہلی شہیدؓ جو عمار بن یاسر کی ماں تھیں۔ ان سب کے علاوہ اٹھائیس حضراتِ صحابہ اور تھے جو ایمان لاچکے تھے۔

قبولِ اسلام کی بڑھتی ہوئی رفتار کو دیکھ کر مکّہ کے کافر و مشرک لوگوں کا ظلم و ستم بھی دن دونا رات چوگنا ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ حضور قریش سے ایک معاہدے کے تحت اُن اُنتالیس مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو لے کر کوہِ صفا کی وادی میں جو تب ہی سے شعبِ ابی طالب کہلائی دارِ ارقم میں سکون کے لئے پناہ گزین ہو گئے۔ ۹۹ؐ وہاں ایک ماہ رہنے کے بعد آپ نے دُعا فرمائی کہ:۔ "اے اللہ تو عمر ابن الخطاب یا ابوالحکم عَمرو ابنِ ہشام یعنی ابوجہل کے ایمان لانے سے اسلام کو عزت دےؐ" آپ کی دعا کے مقبول ہونے کا نتیجہ جلد ہی ظاہر ہوا جس کا واقعہ حضرت ابنِ عباس نے حضرت عمرِ فاروق ہی کی زبانی یوں بیان کیا ہے:۔

حضرت عمر (نے بتایا کہ) ایک دن گرمی سخت تھی میں دوپہر کو ایک کام سے گھر سے نکلا۔ مجھ کو راستہ میں ایک قریشی ملا۔ اس نے کہا۔

قریشی:۔ اے عمر تم اپنے کو بڑا مذہبی آدمی سمجھتے ہو لیکن تمہیں خبر نہیں کہ خود تمہارے گھر میں کیا ہو رہا ہے؟

عمر:۔ معاملہ کیا ہے؟

قریشی :۔ تمہاری بہن آمنہ اور اس کے شوہر سعید بن زید اسلام لا چکے ہیں۔
عمرؓ نے کہا یہ سُن کر میں غصہ کی حالت میں اپنی بہن کے گھر روانہ ہوا تو راہ میں ایک ملاقاتی ملا۔
اور ایک روایت ہے کہ راہ میں عمر کی ملاقات سعد بن ابی وقاص یا نعیم بن عبداللہ سے ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

ملاقاتی :۔ اے عمرؓ اس وقت تم کہاں جا رہے ہو؟

عمر :۔ میں اِس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (نعوذ باللہ) نقصان پہنچانے کی نیت سے نکلا ہوں۔

ملاقاتی (نے پوچھا)۔ اے عمر تم جیسا آدمی اِتنا حقیر کام کرے یہ زیبا نہیں ہے۔ اور خدانخواستہ اگر تم نے یہ کر بھی لیا تو کیا تم کو بنی ہاشم، بنی زہرہ یا بنی عبد مناف زندہ چھوڑ دینگے؟

عمر :۔ معلوم ہوتا ہے تم ایمان لا چکے ہو، اس لئے میں پہلے تمہارا ہی کام تمام کر دوں۔

ملاقاتی :۔ اے عمر تم میرا کیا کر سکتے ہو بے شک میں ایمان لا چکا ہوں۔ لہٰذا جاؤ پہلے اپنی بہن اور ان کے شوہر سعید کی خبر لو۔

یہ سُن کر حضرت عمر غصہ کی حالت میں اپنی بہن کے گھر پہنچے جہاں ان کی بہن اور بہنوئی حضرت خبّاب ابن الارت سے سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ عمر کی آہٹ پا کر حضرت خبّاب تو جا کر ایک کوٹھری میں چھپ رہے اور یہ دونوں میاں بیوی چپ چاپ بیٹھ گئے۔

عمر :۔ معلوم ہوتا ہے تم لوگ مسلمان ہو گئے ہو۔

آمنہ (نے کہا) اے عمر اگر تمہارے دین کے علاوہ حق کسی دوسرے دین میں ہو تو اسے قبول کر لینے میں کیا بُرائی ہے؟

یہ سُن کر عمر نے بہنوئی کو زمین پر گرا دیا اور بہن اپنے شوہر کو چھڑانے آئیں تو عمر نے ان کے منہ پر اس زور سے مارا کہ خون بہنے لگا مگر اس وقت ایمان کے جوش میں اُبھر کر بولیں :۔

"آمنہ :۔ اے عمر کان کھول کر سُن لو ہم دونوں ایمان لا چکے ہیں۔ پھر انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا۔ اب جو تمہاری مرضی میں آئے کرو۔ عمر نے بہن کی باتیں سُن کر جب ان کے چہرے پر بہتا ہوا خون دیکھا تو سعید کو چھوڑ کر الگ ہو بیٹھے اور کہنے لگے۔

عمر: آمنہ مجھ کو وہ تحریر دکھاؤ جس کو تم لوگ پڑھ رہے تھے۔

آمنہ (نے کہا) اے عمر ابھی تم ناپاک ہو پہلے نہاؤ اور وضو کرو تب اللہ کے کلام کو ہاتھ لگاؤ۔

حضرت عمر فوراً اٹھے اور نہا دھو کر اپنی بہن سے وہ تحریر لی جس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ انھوں نے اُسے شروع سے پڑھا اور جب آیت وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی پر پہنچے تو اُن پر عجیب اثر ہوا۔ وہ بول اُٹھے۔

عمر: جو ذاتِ پاک اس طرح ارشاد فرمائے اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنا یقیناً جرم ہے۔ مجھ کو تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ حضرت خباب جو کوٹھری میں چھپے تھے مگر یہ سب باتیں سن رہے تھے حضرت عمر کے آخری الفاظ پر وہ باہر نکل کر بولے۔

خباب: اے عمر تم کو بشارت ہو۔ میں نے کل اللہ کے رسول کو یہ دعا کرتے سنا ہے کہ اے اللہ اسلام کو عمر ابن الخطاب یا ابوجہل عمر ابن ہشام کے ذریعہ عزت دے۔ اے عمر مجھے امید ہے کہ یہ دعا تمہارے حق میں مقبول ہوئی۔

یہ سُن کر حضرت عمر کو اور بھی شوق پیدا ہوا اور وہ جناب خباب اور سعید کے ساتھ دارِ ارقم کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ صحابہ نے دروازے کی جھری سے عمر کو دیکھا تو گھبرائے۔

حضرت حمزہ نے فرمایا: تم لوگ کیوں پریشان ہو دروازہ کھول دو۔ عمر بُری نیت سے آیا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو قبول کر لیا جائے گا۔

اس وقت حضور کمرے میں تھے اور شاید آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ صحابہ نے دروازہ کھولا اور عمر مکان میں داخل ہوئے۔ پھر اللہ کے رسول کمرے سے باہر تشریف لائے اور صحن میں عمر سے ملاقات ہوئی۔

حضور نے فرمایا: کیا اب تک گمراہی اور بدبختی نے تیرا ساتھ نہ چھوڑا۔ کیا تو بھی ولید ابنِ مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب میں پڑنا چاہتا ہے۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے اللہ یہ عمر ابن خطاب حاضر ہے اپنے دین کو ان کے اسلام لانے سے عزت دے۔

پھر آپ نے عمر کے کپڑوں کو پکڑ کر زور سے جھٹکا تو آپ کی ہیبت سے عمر کا سارا بدن کانپ گیا اور وہ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ پھر انہوں نے بڑی عاجزی اور خلوص کے ساتھ کلمۂ شہادت بلند آواز سے پڑھا۔ اس منظر سے صحابۂ کرام نے مارے خوشی کے اس زور سے نعرۂ تکبیر لگایا کہ وادی حرم گونج اٹھی۔ کفار اچنبھے میں رہ گئے۔

جبرئیل علیہ السلام نے اسی وقت نازل ہو کر کہا: "اے محمد آسمان والے عمر کے اسلام پر مبارکباد دے رہے ہیں اور خوشی منا رہے ہیں" — اس کے بعد حضرت عمر نے اللہ کے رسول سے عرض کیا۔

حضرت عمر:۔ یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

حضور (نے جواب دیا) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم یقیناً حق پر ہو۔

حضرت عمر (نے عرض کیا) پھر ہم کیوں اپنے دین کو چھپا رکھیں؟

حضور (نے فرمایا) اے عمر ہماری جماعت تھوڑی ہے اور تم دیکھ چکے ہو کہ کافروں کے ہم کتنی تکلیفیں اٹھا چکے ہیں۔

حضرت عمر۔ (نے عرض کیا) قسم ہے خدا کی میں سچے دین کو سب پر ظاہر کر کے رہوں گا۔ یا رسول اللہ آپ ہمارے ساتھ چلیں تاکہ ہم اعلانیہ کعبۂ پاک کا طواف کریں اور نماز پڑھیں۔

چنانچہ سب لوگ مسجدِ حرام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح کہ حضرت عمر کے ہاتھ میں کھلی ہوئی تلوار تھی اور ان کے ایک طرف اسد اللہ حضرت حمزہ تھے۔ اسلام کے ان شیروں کے پیچھے اللہ کے رسول صحابۂ کرام کی مبارک جماعت کے ساتھ تشریف لئے جا رہے تھے۔ اِس شان کے ساتھ جب یہ جماعت حرم پاک میں داخل ہوئی تو کافروں پر یہ سماں دیکھ کر مایوسی چھا گئی اور انھوں نے پوچھا۔

کُفار:۔ اے عمر کیا خبر لائے ہو؟

حضرت عمر۔ (نے کہا) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمدٌ رسول اللہ کی خبر لایا ہوں اور خوب کان کھول کر سُن لو تم میں سے اگر کسی نے کچھ حرکت کی تو قسم ہے ربِ کعبہ کی میں اس کا سر اڑا دوں گا۔

اسی دن سے حضرت عمر کو فاروق کا خطاب سرکارِ رسالت سے عطا کیا گیا یعنی حق اور باطل کو پوری طاقت سے ظاہر کرنے والا۔

اِس طرح حضرت عمر بقولِ خود دار ارقم کے چالیسویں مسلمان تھے۔ بہر حال حضرت حمزہ اور

حضرت عمر جیسے خدا کے شیروں کے ایمان لانے اور کعبہ شریف میں چالیس مسلمانوں کی باجماعت نماز دیکھ کر کافروں کا خون کھول گیا اور ان کی عداوت نے اور بھی زور پکڑا مگر اب زیادہ تر کمزور مسلمانوں کو سختیوں کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ان میں حضرت سمیہ کی شہادت کا واقعہ بہت ہی دردناک ہے۔ اللہ کی یہ نیک بندی ابو حذیفہ ابن مغیرہ کی لونڈی تھیں۔ ویسے تو انھیں روزانہ کوئی نہ کوئی تکلیف پہنچائی جاتی تھی تاکہ وہ دینِ اسلام کو چھوڑ بیٹھیں۔ مگر وہ ہر مصیبت کو صبر کے ساتھ جھیلتی رہیں۔ ایک دن کئی ظالم انھیں مار پیٹ رہے تھے اور ابوجہل بھی کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور چھرا مار کر انھیں شہید کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی راہ میں بہایا گیا۔ رضی اللہ عنہا۔[۱۰۲]

معاہدہ جسے دیمک چاٹ گئی

نبوّت کے ساتویں سال میں جیسے جیسے اسلام پھیلتا جا رہا تھا اسی رفتار سے کافروں کا ظلم بھی بڑھتا جاتا تھا اور اس سے تنگ ہو کر بعض صحابہ حضور سے اجازت لے کر امن وامان کی جگہوں پر ہجرت کر کے جانے لگے۔ یہ رنگ جو دیکھا تو اُن کو بھی فکر ہوئی اور آپس میں مشورے کر کے یہ طے کیا کہ نعوذ باللہ حضور کو قتل کر دیا جائے۔ اِس ناپاک تجویز کی سُن گُن ابو طالب کو ملی تو انھوں نے اپنے قبیلہ بنی ہاشم کو جمع کر کے اتفاقِ رائے کیا کہ حضور کی حفاظت ہر قیمت پر کی جائے۔ صرف بدبخت ابولہب بن عبدالمطلب نے ساتھ نہ دیا۔ جب مکہ والوں کو بنی ہاشم کے مشورے کا پتہ چلا تو اکٹھا ہو کر ابو طالب کے پاس آئے اور یُوں گفتگو ہوئی۔

قریش:۔ اے ابو طالب دیکھو ہم تمہیں کوئی تکلیف دینا نہیں چاہتے البتہ ہماری صلاح مانو کہ تم اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کر دو اور بدلے میں ولید کے بیٹے عُمارہ کو تمہیں فرزندی میں دے دیں۔

ابو طالب:۔ اے قریش کے لوگو! یہ تمہاری کیسی بے انصافی ہے کہ میں اپنے پالے پوسے پیارے بیٹے کو قتل کے لئے تمہیں دے دوں اور غیر اولاد کی پرورش کروں۔

جس جگہ یہ گفتگو ہوئی حضور بھی موجود تھے۔ قریش کو جواب دے کر ابو طالب نے حضور سے کہا۔

ابو طالب: پیارے بیٹے جب تک میرے دم میں دم ہے کوئی بھی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ تم اپنا کام برابر بے کھٹکے کرتے رہو۔

ابو طالب کے تیور دیکھ کر کافروں نے پھر طے کیا کہ ابو لہب کے سوا تمام بنی ہاشم کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ دانہ پانی اُن پر بند کر دیا جائے اور انہیں شہر سے نکل جانے پر مجبور کر دیا جائے تاکہ وہ عاجز ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمارے حوالے کر دیں۔ اِس مضمون کا ایک عہدنامہ لکھ کر بیت اللہ شریف میں لٹکا دیا گیا۔ اُدھر ابو طالب نے ابو لہب کے سوا تمام بنی ہاشم کو لے کر مکہ سے باہر ایک وادی میں پڑاؤ ڈال دیا۔

کافروں کے معاہدے پر دو یا تین سال تک سختی سے عمل کیا گیا آخر کار بعض اہلِ مکہ نے بنی ہاشم پر اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی۔ اُدھر اللہ کے سچے رسول نے ابو طالب کو خبر دی کہ کافروں نے جو عہدنامہ بیت اللہ میں لٹکایا تھا اُسے دیمک چاٹ گئی صرف اللہ کا نام باقی ہے جناب ابو طالب نے یہ بات اہلِ مکہ کو بتائی۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ بات ٹھیک نکلی تو ہم معاہدہ ختم کر دینگے۔ اور سبھوں نے جا کر دیکھا تو حیران رہ گئے اور ابو طالب سب کو لے کر اطمینان کے ساتھ شہر میں واپس آ گئے۔ [۱۰۳]

چلی سج کے بارات معراج کی

شعب ابی طالب کے محاصرے کے بعد بھی زمین پر اسلام کا بول بالا ہو رہا تھا اور آسمانوں پر اللہ کے رسول کے درجات بلند تر ہوتے جا رہے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا پھر عام انسانوں میں سے خاص و پسندیدہ بندوں کو نبوت و رسالت دیکر فضیلت بخشی اور پھر سارے نبیوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا عنایتوں سے نوازا۔ ان نوازشوں میں سب سے خاص الخاص معراج شریف کا واقعہ ہے جو بہ قولِ بعض ربیع اوّل میں مگر بہ قولِ مشہور رجب کی ستائیس تاریخ پیر کی رات میں پیش آیا جب کہ عمر شریف باون سال ہو چکی تھی اور نبوت کا بارہواں سال تھا — اس مبارک رات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام عرش کا پیام، دعوت اور سواری یعنی براق لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ دروازے پر براق نے شوقِ دیدار میں آواز کی جسے سن کر

آپ جاگ اُٹھے تو جبرئیل نے عرض کیا۔

جبرئیل:- اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے پاس بُلایا ہے تاکہ آپ کو وہ مرتبہ عطا کرے جو کسی نبی کو عنایت نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- اے جبرئیل میرے حبیب سے تردّد کی وجہ معلوم کرو۔

جبرئیل نے عرض کیا:- اے اللہ کے حبیب بُراق پر سوار ہونے میں آپ کو کیوں تامل ہے؟

حضور نے فرمایا:- اس وقت مجھے اپنی اُمّت کا خیال آتا ہے کہ قیامت کے دن وہ قبروں سے پریشان حال اُٹھے گی پل صراط پر اس کا گذر کیسے ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کا خطاب آیا:- اے میرے حبیب! تم دل میں کوئی رنج مت کرو۔ جس طرح اپنے پاس بُلانے کے لئے یہ براق بھیجا ہے اسی طرح قیامت میں تمہاری امت کے ہر آدمی کے لے براق بھیجا جائے گا جس پر سوار ہو کر وہ جنت میں داخل ہوگا۔

بُراق نے قسم کھا کر کہا:- مجھ پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اللہ کے رسول اور صاحبِ قرآن ہیں کوئی اور سوار نہ ہوگا۔

حضور (نے فرمایا) اے براق میں ہی اللہ کا رسول محمد ہوں اور صاحبِ قرآن ہوں۔

جبرئیل (نے کہا) اے براق تجھ پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی سوار نہیں ہوا ہے۔ اللہ کے نزدیک کوئی پیغمبر مرتبہ میں آپ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

بُراق (یہ سُن کر کانپنے لگا اور کہا):- مجھ پر سختی نہ کرو میں بھی حاجت مند ہوں۔

حضور (نے فرمایا) اے براق تیری کیا حاجت ہے بیان کر۔

براق (نے عرض کیا) قیامت کے روز بے شمار براق آپ کی سواری کی تمنا میں کھڑے ہوں گے ایسا نہ ہو کہ آپ میری طرف توجہ نہ فرمائیں۔

حضور (نے فرمایا) میں وعدہ کرتا ہوں میں تجھ ہی کو اپنی سواری بناؤں گا۔

بہرحال براق پر سوار ہو کر آپ حضرت جبرئیل کے ہمراہ بیت المقدس پہنچے۔ مسجدِ اقصیٰ میں فرشتوں اور تمام نبیوں کی جماعت صف باندھے انتظار میں کھڑی تھی۔ حضرت جبرئیل نے حضور کو امام بنایا اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد حاضرین نے حضرت جبرئیل سے پوچھا۔

حاضرین :۔ تمہارے ساتھ کون ہے ؟

جبرئیل (نے کہا) یہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حاضرین (نے کہا) کیا ان کو اللہ نے بلایا ہے۔

جبرئیل :۔ ہاں اللہ نے انہیں بلایا ہے۔

حاضرین (نے کہا) اللہ سلامت رکھے ہمارے اچھے بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ کو۔

حضور :۔ آپ حضرات نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس کے انعامات کا بیان کیا ہے۔ میں بھی کہتا ہوں کہ ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو دنیا جہان کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سب کے لئے خوشخبری سنانے والا یعنی بشیر اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا یعنی نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ میری اُمت کو سب سے بہتر یعنی اُمتِ وسط قرار دیا۔ میری اُمت سب سے پہلے جنت میں جائے گی اگرچہ اس کا وجود سب سے آخر میں ہے۔ مجھے شرح صدر سے نوازا گیا۔ مجھ پر سے گناہوں کا بوجھ اُٹھایا۔ میرا ذکر اپنے ساتھ تکبیر اور اذان میں بلند کیا۔ آسمان کے فرشتوں میں میرا ذکر کیا جاتا ہے۔ میرے نام سے مقتول کو زینت بخشی۔ میرا نام سب کی زبان پر جاری کیا۔ مجھے ایمان اور خوش بختی کے دروازے کا کھولنے والا یعنی فاتح بنایا۔ نبوت کا سلسلہ مجھ پر ختم کر کے مجھے خاتم الانبیا کا خطاب دیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے حضور کا بیان سُن کر تمام انبیا سے فرمایا :۔ اے جماعتِ انبیا اللہ تعالیٰ نے تم سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان خوبیوں کے ذریعہ فضیلت بخشی۔

پھر حضرت جبرئیل حضور کو لے کر پہلے آسمان پر پہنچے اور انہوں نے کہا :۔

جبرئیل :۔ آسمان کا دروازہ کھول دو۔

فرشتہ اسماعیل نے پوچھا، تمہارے ساتھ اور کون ہے ؟

جبرئیل :۔ یہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔

فرشتہ اسماعیل (نے پھر پوچھا کیا اللہ نے ان کو بُلایا ہے ؟

جبرئیل :۔ ہاں بُلایا ہے۔

فرشتہ اسماعیل (نے دروازہ کھول کر کہا) مرحبا مرحبا یہ خوب آئے ان کی آمد مبارک ہے۔

پہلے آسمان پر حضرت بابا آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اسی طرح دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ و یحییٰ سے، تیسرے پر حضرت یوسف سے، چوتھے پر حضرت ادریس سے، پانچویں پر حضرت اسماعیل و اسحاق و ہارون سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہم السلام سے ملاقاتیں اور مبارکبادیں ہوتی ہوئی ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جو بیت المعمور کی ٹیک لگائے بیٹھے تھے حضرت جبرئیل نے حضور سے عرض کیا :۔

جبرئیل علیہ السلام :۔ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

حضور (نے فرمایا) السلام علیک۔

ابراھیم علیہ السلام :۔ وعلیک السلام۔ اے نیک فرزند اور اچھے نبی خوب آئے۔ اپنی امت سے کہہ دو کہ جنت کی زمین کھیتی کے لائق ہے اس میں جنتی پودے لگائیں۔

حضور (نے پوچھا) یہ کس طرح؟

ابراھیم علیہ السلام (نے فرمایا) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ساتویں آسمان سے بھی اوپر روانہ ہو کر اور کتنے ہی بلند مقام پر پہنچے جہاں سدرۃ المنتہیٰ واقع ہے۔ حضرت جبرئیل نے وہاں آپ کو ایک کرسی پر آرام فرمانے کو کہا اور ایک جام شراب کا اور ایک دودھ کا پیش کیا۔ آپ نے دودھ نوش فرمایا تو حضرت جبرئیل نے کہا، مبارک ہو آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ وہاں سے آپ اور اوپر کو متوجہ ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ :۔

جبرئیل :۔ اے اللہ کے حبیب مجھ کو اوپر جانے کی طاقت نہیں۔ اگر میں ذرا بھی اوپر بڑھوں تو میرے پر جل جائیں۔

حضور (نے فرمایا) اپنی کوئی حاجت بتاؤ۔

جبرئیل (نے کہا) آپ دعا کریں تاکہ میں قیامت کے دن اپنے پر پل صراط پر بچھادوں جس سے آپ کی امت آسانی سے گزر جائے۔

حضرت جبرئیل کی گزارش سُن کر آپ جاذبۂ الٰہی کے ذریعہ اور اوپر مقامِ مستویٰ پر پہنچے جہاں

ے ترقی کر کے عالمِ نور پہنچے۔ یہاں بُراق رہ گیا اور رَفرَف کی سواری چلی۔ اور ایک روایت کے مطابق بُراق یا رَفرَف کے بعد ایک معراج یعنی سیڑھی کے ذریعہ اعلیٰ ترین بلندیوں پر پہنچے۔ یہاں تک حجاب طے کئے کہ جب عرش کے قریب صرف ایک حجاب رہ گیا تو رَفرَف بھی غائب ہو گیا۔ اِس کے بعد ایک دوسری شکل کی سواری پر وہ آخری حجاب بھی طے کر کے یہ آخری سواری بھی غائب ہو گئی۔ یہاں صرف آپ تھے اور انوارِ عرش میں سے خطاب ہوا :۔

خطابِ الٰہی :۔ قِف یا محمد فانّ ربّک یصلّی یعنی ٹھہرو اے محمد تمہارا پروردگار تم پر اپنی خاص رحمت فرماتا ہے۔

حضور (نے فرمایا) یہ خطاب مجھے ابوبکر کی آواز میں ہوا۔ اور پھر خطاب ہوا کہ اے خیر البریّہ قریب ہو۔ اے احمد قریب ہو۔ اے محمد قریب ہو۔ حبیب کو قریب ہونا چاہیئے۔ پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے بہت قریب کیا۔

خطابِ الٰہی :۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل نے تمہاری امت کے لئے جو درخواست کی تھی ہم نے منظور کی۔ تمہاری امت میں شرک کرنے والے کے سوائے سب کو بخشا۔ تمہاری امت سے اگر کوئی نیک کام کا ارادہ کرے گا تب بھی اسے ایک نیکی ملے گی اور اگر نیک کام کرے گا تو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ بُرے کام کے ارادے پر کوئی پوچھ گچھ نہ ہو گی اور بُرے عمل پر صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔

اِس کے بعد حضور کو اُمت کے لئے پچاس وقت کی نماز کا حکم ملا۔ پھر وہاں پر واپسی میں چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔

موسیٰ (نے آپ سے فرمایا) میری امت پر صرف دو وقت کی نماز دو دو رکعت صبح و شام فرض ہوئی وہ اسے پوری طرح ادا نہ کر سکی، آپ کی امت پر پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی ہے وہ کیسے ادا کرے گی!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صلاح کے مطابق حضور نے سایۂ عرش میں جا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا :۔

حضور :۔ یا اللہ میری امت پر نمازیں کم کر دے۔

اور اسی طرح کئی بار سفارش کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نمازیں کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ:۔

خطابِ الٰہی: ہو اب صرف پانچ نمازیں ہمیشہ کے لئے فرض ہوئیں اور یہ پانچ پچاس کے برابر ہوں گی۔ اے حبیب اب کچھ اور طلب کرو۔

حضور:۔ یارب تو نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اور بڑا مرتبہ عنایت کیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ داؤد علیہ السلام کو بادشاہت عطا کی اور لوہا اُن کے لئے نرم کر دیا پہاڑ کو بھی اُن کا فرماں بردار بنا دیا۔ سلیمان علیہ السلام کو بڑی سلطنت عطا کی اور انسان، جنات اور شیاطین کو اُن کا حکم بردار کر دیا اور ہوا کو اُن کے قابو میں کر دیا۔ عیسیٰ کو توریت اور انجیل کی تعلیم دی۔ پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو اُن کے ہاتھ سے شفا دی۔ ان کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرایا اور اُن کو اور اُن کی والدہ کو تُو نے شیطان کے شر سے محفوظ رکھا۔

خطابِ الٰہی:۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو میں نے اپنا حبیب بنایا۔ تمام عالم کے لئے خوش خبری دینے والا یعنی بشیر اور عذاب سے ڈرانے والا یعنی نذیر بنا کر بھیجا اور شرح صدر کیا۔ تم پر سے گناہوں کا بوجھ ہٹایا۔ تمہارا ذکر بلند کیا اور تمہارا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ ملایا۔ تمہاری اُمت کو پہلی امتوں سے بہتر قرار دیا اور امتِ وسط بنایا۔ تمہاری امت کو حشر نشر اور جنت میں داخلہ کے لئے سب سے اوّل قرار دیا اگرچہ وجود کے لحاظ سے آخر میں ہے۔ تمہاری تخلیق سارے انبیاء سے پہلے کی اگرچہ دنیا میں تمہاری نبوت سب سے آخر میں ہوئی۔ تم کو سورۂ فاتحہ یعنی سبع مثانی عنایت کی جو کسی نبی کو نہیں ملی۔ اور نہرِ کوثر عنایت کی اور سورۂ بقر کی آخری دو آیتیں (یعنی آمن الرسول سے قوم الکافرین تک) عنایت کی ہیں جو کسی نبی کو نہیں ملی ہیں۔

—— اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب اب جا کر جنت کی سیر کرو۔ جب حضور سیر کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے حضور سے خطاب کیا کہ:۔

خطابِ الٰہی:۔ اے حبیب تم نے جنت کی سیر کی تو کیا اپنی اُمت کا آخری وطن دیکھ کر خوش ہوئے؟

حضور نے عرض کیا، یارب بندے کو اپنے مولا سے ناخوش ہونے کی طاقت کہاں ہے۔

خطابِ الٰہی:۔ جنت اور اس کی نعمتیں تمہارے دوستوں کے لئے ہیں دشمنوں پر

حرام ہیں — پھر حضور کو دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آپ نے دوزخ کے پہلے ہی طبقہ کی شدت کا حال دیکھ کر وہاں کے دربان سے پوچھا جس کا نام مالک تھا۔

حضور:۔ اے مالک! یہ طبقہ کس کی امت کے واسطے ہے؟ فرشتہ خاموش رہا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ خاموش نہ رہو صاف بتاؤ۔ تاکہ امت کو اس سے بچنے کی تدبیر کردوں۔

فرشتہ مالک (نے عرض کیا) یہ آپ کی امت کے واسطے ہے اور یہ دوزخ کا پہلا طبقہ ہے جس کا عذاب سب سے کم ہے۔ آپ اپنی امت کو نصیحت کریں کہ نافرمانی اور گناہوں سے بچے۔

حضور (اللہ تعالیٰ سے):۔ اے میرے مولا جب مجھ کو دوزخ کے اِس طبقہ کو صرف دیکھنے سے تکلیف ہوئی تو ہماری کمزور امت اس کے عذاب کو کیسے برداشت کر سکے گی۔

خطابِ الٰہی:۔ اے میرے حبیب رنج نہ کرو میں نے تمہاری دعا قبول کی اور قیامت کے دن تمہاری شفاعت پر اتنے گناہ گاروں کو بخشوں گا کہ تم کہہ دوگے بس۔

حضور:۔ (خوش ہوکر) اگر میری اُمت کا ایک شخص بھی دوزخ میں رہے گا میں بہشت میں نہ جاؤں گا۔

خطابِ الٰہی:۔ جنت کے انعامات کا بیان اپنی اُمت سے کرو تاکہ وہ خوب دل لگا کر عبادت کرے۔

حضور:۔ میری بات کی تصدیق کون کرے گا؟

خطابِ الٰہی:۔ ابوبکر کریں گے۔ ؓ

رات معراج کی

ہیں سچی حکایات معراج کی — شبِ قدر ہے رات معراج کی

وہ بُراق و رَفرَف وہ روح الامیں — چلی سج کے بارات معراج کی

رجب کی تھی تاریخ ستائیسویں — تھا دن پیر کا رات معراج کی

ہے پندرھویں پارے میں جس کا بیاں — وہ روشن ہیں آیات معراج کی

خدا جانے یا خود حبیبِ خدا — ہے اِک راز کی بات معراج کی

Marfat.com

شفاعت، نمازوں میں تخفیف بھی ۔۔۔ ہیں اُمت کو سوغات معراج کی
خیالی سُنا جوں ہی صدیق نے ۔۔۔ کہا سچ ہے سچ بات معراج کی[۱۰۵]

مدینہ چلے ہیں وطن چھوڑ کر

مکہ میں حضور کو اعلانِ حق کرتے اور دینِ اسلام کو پھیلاتے ہوئے بارہ سال پورے ہو چکے[۱۰۶] اُس وقت حضرت خدیجہ جنتِ فردوس کو سدھار چکی تھیں اور آپ کے مہربان چچا ابو طالب بھی انتقال کر گئے۔ اُدھر اللہ کے پیغام کے جواب میں مکہ کے مشرکوں اور کافروں کا ظلم و ستم بھی حضور اور صحابہ پر اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو آپ نے صحابۂ کرام کو مکہ چھوڑ کر کسی بھی امن کی جگہ ہجرت کرنے کی صلاح دی۔ چنانچہ تھوڑے لوگ ہجرت بھی کر گئے۔ آخر کار نبوت کے تیرہویں سال ماہِ ربیع اوّل میں ایک روز ان ظالموں نے نعوذ باللہ آپ کو قتل بھی کر دینے کا پروگرام بنا لیا۔ اسی دن دوپہر کے وقت اللہ نے کافروں کے ناپاک ارادوں کی خبر آپ کو جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ پہنچائی اور ہجرتِ مدینہ کا حکم بھی بھیجا۔[۱۰۷]

جبرئیل (نے آکر کہا) اے اللہ کے رسول آج کی رات آپ اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دی ہے۔

حضور (نے پوچھا) سفر میں میرا ساتھی کون ہوگا؟

جبرئیل (نے جواب دیا) ابو بکر صدیق آپ کے ہمراہ رہیں گے

اِن باتوں کو سننے کے بعد فوراً آپ حضرت صدیق کے گھر خلافِ معمول تشریف لے گئے۔

بعد ملاقات حضرت صدیق سے فرمایا "سب کو ہٹا دو"

حضرت صدیق (نے عرض کیا) یا رسول اللہ یہاں تو صرف دونوں بچیوں یعنی اسماء اور عائشہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ فرمائیے کیا بات ہے۔

حضور (نے فرمایا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔

حضرت صدیق (نے عرض کیا) کیا میرا ساتھ بھی رہے گا؟

حضور:- ہاں تم میرے رفیقِ سفر ہوگے۔ اب تم سواری کا انتظام کر لو۔

حضرت صدیق (نے عرض کیا) دو اونٹنیاں حاضر ہیں ان میں سے ایک آپ اپنے لئے پسند فرمائیں۔

پھر آپ نے گھر واپس جا کر حضرت علی سے فرمایا کہ آج رات کو تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ رہنا اور صبح کو مکہ والوں کی یہ امانتیں اُن کے سپرد کر دینا۔ ادھر حضرتِ صدیق نے سفر کا انتظام کر لیا۔ تب تک حضور بھی سورہ یٰسین کی آیات پڑھتے کافروں کے جھنڈ سے گزرتے ہوئے بے کھٹک آ گئے اور ابوبکر صدیق کو لے کر غارِ ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں حضرتِ صدیق اونٹنی پر سوار کبھی آپ کی سواری کے آگے کبھی پیچھے کبھی دائیں کبھی بائیں چل رہے تھے کہ حضور نے پوچھا "یہ کیا کرتے ہو؟"

حضرت صدیق (نے عرض کیا) یارسول اللہ میں گھات میں لگے دشمن کے خیال سے کبھی دائیں چلنے لگتا ہوں کبھی بائیں اور کبھی پیچھے۔

اُدھر صبح ہوتے ہی ابوجہل نے ساتھیوں سمیت حضور کے گھر پہنچ کر حضرت کو پوچھا:۔

ابوجہل :۔ کہو علی تمہارے ساتھی کہاں ہیں ؟

حضرت علی :۔ نہ جانے کہاں گئے ہیں ؟

وہاں سے جھنجھلائے ہوئے یہ لوگ حضرتِ صدیق کے گھر پہنچے وہاں بڑی بیٹی اسماء بنت ابی بکر موجود تھیں۔ ابوجہل نے پوچھا :۔ "تمہارے باپ کہاں ہیں ؟"

حضرت اسماء (نے بھی کہا) :۔ کہیں گئے ہیں۔

جب یہاں سے بھی مایوس ہوئے تو اعلان کرایا کہ جو حضور کا پتہ لگائے گا اسے ایک سو اونٹ انعام ملے گا۔ اور ایک ماہر مخبر کو لے کر کفار تلاش میں چلتے چلتے غارِ ثور تک جا پہنچے ادھر حضرتِ صدیق آہٹ پا کر پریشان ہوئے اور عرض کیا :۔

حضرتِ صدیق :۔ یارسول اللہ کوئی کافر اگر یہاں پہنچا اور اس نے ذرا بھی جھک کر دیکھا تو ضرور ہمیں دیکھ لے گا۔

حضور (نے فرمایا) اے ابوبکر کیا گمان ہے تیرا اُن دو کے بارے میں جن میں تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔

تین راتیں غارِ ثور میں قیام کے بعد چوتھی رات کو حضرت کے غلام عامر بن فہیرہ دونوں اونٹنیاں اور عبداللہ بن اریقط کو راہ نمائی کے لئے ساتھ لے کر آ گئے۔ پھر چاروں غارِ ثور سے پیر

کے دن ۴ ربیع الاوّل کو مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ایک رات اور آدھا دن گزرنے کے بعد حضرتِ صدیق نے دیکھا سُراقہ بن مالک سرپٹ گھوڑا دوڑاتا پیچھا کرتا آ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حضرتِ صدیق پریشان ہو کر رونے لگے۔ حضور نے پوچھا:۔ "اے ابو بکر تم رو کیوں رہے ہو؟"

حضرتِ صدیق:۔ یا اللہ کے رسول کوئی گھوڑ سوار بہت تیزی سے ہماری طرف آ رہا ہے کہیں وہ کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

حضور (نے یہ دعا فرمائی):۔ "اَللّٰھُمَّ اکْفِنَاہُ بِمَا شِئْتَ" یعنی اے اللہ جس طرح تو چاہے اس طرح ہمیں محفوظ رکھ۔ اور پھر فرمایا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" یعنی گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔[111]

سوار سراقہ (نے پکار کر کہا) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں خوب جانتا ہوں کہ میرا گھوڑا ریت میں آپ ہی کی وجہ سے دھنسا ہے۔ آپ دعا کریں کہ اس مشکل سے نجات ملے اور قسم ہے خدا کی کہ میرے پیچھے جو بھی آپ کی تلاش میں آ رہا ہے میں سب کو بہکا کر لوٹا دوں گا اور آپ کو اپنا تیر نشانی کے لئے دیتا ہوں۔ آگے چل کر میرا چرواہا میرے اونٹ اور بھیڑیں چرا رہا ہے اس کو یہ تیر دے دینا اور اس سے جو جانور چاہیں لے لینا۔

حضور (نے فرمایا) مجھے تمہارے جانوروں کی ضرورت نہیں ہے یہ لے کر کیا کروں۔ ہاں ایک بات کا وعدہ کرو کہ ہمارا پیچھا کرنے والوں کو واپس لوٹا دو گے۔

پھر آپ کی دعا سے سراقہ کے گھوڑے کے دھنسے ہوئے پیر زمین سے نکل آئے۔ اس نے مکہ واپس جا کر وعدے کے مطابق ہر پیچھا کرنے والے کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ ادھر میں دیکھ آیا ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔[112] اُدھر وہ مبارک قافلہ ایک گاؤں میں ٹھہرا۔ وہاں اُمِ معبد عاتکہ بنت خالد نام کی ایک نیک عورت کا خیمہ تھا۔ اس کا شوہر بکریاں چرانے گیا ہوا تھا۔ اُس کے پاس مہمانوں کی خاطر کا کوئی سامان نہ تھا۔ حضور نے دیکھا کہ ایک دُبلی بکری خیمے کے کنارے بندھی ہے۔ آپ نے اُمِ معبد سے پوچھا:۔

حضور:۔ یہ دُبلی سی بکری اکیلی خیمے کے کونے میں کیوں بندھی ہے؟

اُمِ معبد (نے عرض کیا) اس کا دودھ سوکھ چکا ہے اور کمزوری کی وجہ سے چرائی پر جانے کے قابل نہیں ہے۔

حضور (نے فرمایا) کیا تم مجھے اس کے دوھنے کی اجازت دے سکتی ہو؟

امِ معبد (نے عرض کیا) آپ شوق سے دوہ لیں لیکن اس میں دودھ ہے نہیں۔

آپ نے بسم اللہ کر کے دوھنا شروع کیا اور ایک برتن بھر کر پہلے امِ معبد کو پلایا پھر حضرت صدیق سے فرمایا:

حضور (نے فرمایا) اچھا ابوبکر اب تم بھی دودھ پی لو۔

حضرت صدیق (نے عرض کیا) پہلے آپ پیجیے۔

حضور (نے فرمایا) ساقِ القومِ آخرھم شربًا۔ یعنی لوگوں کو پلانے والا سب کے آخر میں پیتا ہے۔ سب کے بعد میں آپ نے بھی نوش فرمایا۔ اسی طرح دو دَور چلے۔ پھر اور دودھ دوہ کر امِ معبد کو دیا کہ یہ ابو معبد کا حصہ ہے[۱۱۳]۔ اس کے بعد چاروں حضرات مدینہ کو روانہ ہو گئے اور ربیع اول کی بارہ تاریخ کو بارہ دن سفر کر کے پیر ہی کے روز مدینہ پہنچے جو پہلے یثرب کہلاتا تھا اب مدینۃ النبی یعنی نبی کا شہر ہو گیا۔ قبا کے مقام پر آپ ٹھہرے اور پہلی مسجد بنائی۔ اس جگہ حضرت علی بھی مکہ سے ہجرت کر کے آملے۔ جب سب لوگ محلہ بنی نجار میں داخل ہوئے تو تمام لوگ جو اب حضور کے مددگار یعنی انصار ہو گئے تھے اُن میں ہر ایک نے عرض کیا:

انصار:۔ یارسول اللہ آپ میرے گھر ٹھہریں۔

حضور (نے فرمایا) قصویٰ اونٹنی کو اللہ کا حکم جہاں کے لئے ملا ہے وہاں وہ خود بیٹھ جائیگی۔

چنانچہ قصویٰ اونٹنی پہلے اس جگہ بیٹھی جہاں بعد کو مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی پھر جلد ہی وہاں سے جا کر حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری کے دروازے پر بیٹھ گئی اور آپ نے اُن ہی کے گھر قیام فرمایا۔ مدینہ کے داخلہ کے وقت راستوں پر لڑکے خوشی سے نعرے لگاتے تھے کہ جاءَ محمدٌ جاءَ رسُولُ اللہ۔ یعنی اللہ کے رسول آگئے[۱۱۴]۔ لڑکیاں دف بجا کر خوشی کا گیت گاتی تھیں ؎ نحن جوارٍ من بنی النجار ۔ یاحبّذا محمدٌ من جار۔ یعنی ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں حضور خوب آئے۔ آپ کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔ یہ سُن کر حضور نے پوچھا:

حضور:۔ اے بچیو! کیا تمہیں میری محبت ہے۔

انصار لڑکیاں (بول اٹھیں) جی ہاں یارسول اللہ!

حضور (نے فرمایا) خدا جانتا ہے میں بھی تمہیں دل سے چاہتا ہوں۔

اور چھتوں پر انصاریہ عورتیں گیت گا رہی تھیں جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

طَلَعَ البدرُ علینا ؛ من ثنیاتِ الوداع ۔یعنی رخصت کے ٹیلوں کی طرف سے چودھویں کا چاند نکلا ہے۔

یہ مدینہ طیبہ وہ مقدس شہر ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بہتیرے مہاجر صحابۂ کرام کا دوسرا اور مستقل وطن اور آخری آرام گاہ بنا اور جس کے لئے حضرت عمر فاروق دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ تیری راہ میں مجھے شہادت نصیب ہو اور تیرے رسول کے شہر میں مجھے موت آئے۔

مدینہ میں آئے ہیں

اللہ کے رسول مدینہ میں آئے ہیں ۔۔۔ مکّہ سے یارِ غار کو ہمراہ لائے ہیں

اللہ کے حبیب جو تشریف لائے ہیں ۔۔۔ انصار رہگزاروں میں آنکھیں بچھائے ہیں

خوش ہو کے دف پہ گاتی ہیں معصوم بچیاں ۔۔۔ لڑکوں نے شوق و جوش میں نعرے لگائے ہیں

یثرب ہوا مدینۂ علم و عمل جہاں ۔۔۔ خیر البشر نے خوب تر انساں بنائے ہیں

قصوی پہنچ کے خانۂ ایوب پر رکی ۔۔۔ کیا کیا ستارے بخت کے یوں جگمگائے ہیں

ہجرت کی پھیلی مکّہ میں جب صبح کو خبر ۔۔۔ کفار و مشرکین بہت تلملائے ہیں

مژدہ، خیالی زندہ کیا ہے مسیح نے
سرکار کے غلاموں نے مُردے جلائے ہیں

اب مکہ فتح ہو رہا ہے

آپ کی عمر کے اکسٹھ سال ہو چکے ہیں۔ اعلانِ نبوت کا بیسواں اور ہجرت کا آٹھواں سال ہو گیا۔ مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہے۔ لیکن مکہ کے کافر و مشرک اب بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ رمضان کے مہینہ میں آپ نے دس ہزار مسلمانوں کو لے کر فتح مکہ کے لئے کوچ کیا۔ شہر سے تیس کلومیٹر کے فاصلہ پر فوج کو پڑاؤ کا حکم دے کر فرمایا کہ سب لوگ رات بھر آگ

جلائے رکھیں جس سے سارا جنگل جگمگا تا رہے۔ اُدھر حملہ کی خبر پاکر سرداروں نے اصل حالات معلوم کرنے کے لئے ابوسفیان ابن حرب کو دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ فوج کا پہرہ دیتے ہوئے حضرت عباس کی ملاقات ابوسفیان سے ہوگئی۔

ابوسفیان :۔ (تعجب سے پوچھتا ہے) یہ جنگل میں آگ ہر طرف کیسے چمک رہی ہے؟

حضرت عباس :۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادر فوج کا پڑاؤ ہے اور صبح ہوتے ہی مکہ میں داخل ہو جائے گی۔ مکہ والے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے بہتر ہے کہ کچھ ایسی تدبیر کرلو کہ مکہ والے قتل ہونے سے بچ سکیں۔

ابوسفیان :۔ تو اس وقت ہم کیا کرسکتے ہیں تمہیں کوئی تدبیر بتاؤ؟

حضرتِ عباس :۔ اے ابوسفیان تم میری سواری پر بیٹھ لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو۔ امید ہے کوئی تمہاری بھلائی کا راستہ نکل آئے گا۔

حضرت عمرؓ (نے کہا) اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدا اور رسول کا دشمن ابوسفیانؓ مل گیا ہے آپ اجازت دیں میں اسے قتل کر دوں۔

حضرت عباس :۔ (جلدی سے بولے) یارسول اللہ میں نے ان کو امان دی ہے آپ بھی امان دے دیں۔

حضور (نے فرمایا) اے عباس اس وقت ابوسفیان کو اپنے ساتھ لے جاؤ رات میں حفاظت سے رکھو اور کل سویرے انھیں میرے پاس لے آنا۔

چنانچہ صبح کو حضرت عباس نے ابوسفیان کو ساتھ لاکر حاضر خدمت کر دیا۔

حضور (نے فرمایا) وَيْحَكَ يَا اَبَا سُفْيَانَ أَلَمْ يَأْنِ لَكَ اَنْ تَعْلَمَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ۔ یعنی اے ابوسفیان تم پر افسوس کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس حقیقت کو جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

ابوسفیان (نے عرض کیا) میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں آپ بڑے رحیم بڑے کریم ہیں اور قرابت داری کا کتنا خیال رکھنے والے ہیں اور یہ بھی سمجھ میں آرہا ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو وہ ضرور میری مدد کرتا۔

حضور :۔ وَیحَكَ یَا اَبَا سفیان اَلَمْ یَانِ لَكَ اَنْ تَعْلَمَ اَنِّی رسول الله ۔یعنی اے ابوسفیان تم پر افسوس ہے۔ کیا تمہارے لئے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم یقین کر لو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ابوسفیان :۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کہ واقعی آپ کیسے رحیم کیسے کریم اور کیسے اچھے قرابت داری کا خیال رکھنے والے ہیں لیکن خدا کی قسم ابھی میرے دل میں کچھ تردد ہے۔

حضرت عباس (بولے) اے ابوسفیان تم پر افسوس ہے کیوں نہیں کہہ دیتے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں ـــ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ تمہیں کوئی قتل نہ کر دے۔

حضور :۔ اے عباس تم ابھی ابوسفیان کو لے جا کر راستہ پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ اسلامی فوج ان کے سامنے سے گزرے اور یہ اسے خوب دیکھ لیں۔ (پھر ابوسفیان سے کہا) تم اسلامی فوج دیکھ کر فوراً مکہ جاؤ اور یہ سب حال بتاؤ اور یہ اعلان کر دو کہ جو آدمی مسجدِ حرام میں داخل ہو جائے گا اُسے امان ہے۔ اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امان ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے گا اسے بھی امان ہے[۱۱]۔

لہٰذا ابوسفیان نے آگے بڑھ کر اسلامی لشکر کو راستہ سے گزرتے دیکھا اور فوراً مکہ جا کر اعلان کیا۔

ابوسفیان :۔ اے مکہ والو! محمد کے پاس اتنی زبردست فوج ہے کہ اس کے آ جانے پر ہرگز مقابلہ نہ کر سکو گے اور اس وقت میں تمہارے پاس محمد کی طرف سے امان کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ تم اپنے کو قتل سے بچاؤ اور اسلام کے امن کا پیغام قبول کر لو۔

پھر ابوسفیان نے مکہ والوں کو وہ پورا پیغام سُنا دیا۔ اِدھر اللہ کے رسول نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں بانٹ کر مسلمانوں سے فرمایا :۔

حضور :۔ تم ہرگز لڑائی نہ چھیڑو البتہ جب کوئی تم پر حملہ کرے تو ضرورت بھر اس کا جواب دینا۔ پھر مکہ کے قریب پہنچ کر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد شہر میں داخل ہونا۔

فرمانِ نبی کے مطابق اسلامی فوج مکہ میں داخل ہو گئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ خود اللہ کے رسول بھی اونٹنی پر سوار تھے اور کجاوے پر سرِ مبارک ٹیکے ہوئے نیازمندانہ دعا میں مشغول مسجدِ حرام

پہنچے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اپنے فرماں برداروں کو فتح دی۔ اِس جنگ میں کل تین مسلمان شہید ہوئے اور کافروں کے بھی تقریباً ستر آدمی مارے گئے۔ پھر حضور نے کعبہ کا طواف کرنے کے بعد اہلِ مکہ سے فرمایا:-

حضور:- اے قریش کے لوگو! بھلا تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟

قریش (نے کہا) ہم سب کو پورا یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے۔ آپ ہمارے اچھے اور نیک بھائی ہیں اور اچھے و نیک بھائی کے بیٹے ہیں۔

حضور:- میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا تھا یعنی اب تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تمہارے قصور معاف کرے۔ وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے[۱۱۸]۔ (اور فرمایا) جاؤ تم سب کو اللہ نے آزاد کیا۔

پھر آپ نے اللہ کے مقدس گھر کو بتوں سے پاک کیا۔ آپ کا معجزانہ برتاؤ دیکھ کر بہتیرے کافر جو آپ کے جانی دشمن تھے مسلمان ہوگئے اور آپ کے جاں نثار بن گئے۔ اور جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کی بھی جان بخشی فرمائی۔ البتہ چند خطرناک اور شرارتی لوگوں میں گیارہ مَردوں اور سات عورتوں کے لئے فرمایا کہ یہ جہاں ملیں قتل کئے جائیں۔ ان میں سے بھی بعد کو چار مَرد اور تین عورتوں کو قتل کیا گیا۔ باقی گیارہ لوگوں کو آپ نے معاف کردیا۔ وہ بھی مسلمان ہوگئے۔ بعد میں اماں پانے والوں میں ابوجہل کے بیٹے عکرمہ بھی تھے جو آخر تک لڑکر بھاگ نکلے اور جدہ چلے گئے۔ عکرمہ کی بیوی اُمِّ حکیم حارث بن ہشام کی بیٹی تھی۔ اُمِّ حکیم نے اپنے شوہر کے لئے حضور سے امان طلب کی۔

اُمِّ حکیم (نے عرض کیا) اے اللہ کے رسول آپ نے بہتیرے اہلِ مکہ کو معاف کردیا ہے ہمارے شوہر عکرمہ کو بھی معاف کردیں۔

حضور (نے فرمایا) چلو میں نے اسے بھی معاف کردیا۔

اُمِّ حکیم (نے جدہ جاکر عکرمہ سے کہا) اے میرے چچا کے بیٹے میں تمہارے پاس ایسے شخص کے پاس سے آئی ہوں جو بہترین انسان ہے۔ بہت ہی بھلائی کرنے والا ہے — اور قرابت داروں کا حق ادا کرنے والا ہے۔ اِس خلقِ عظیم کی مخالفت کرکے تم خواہ مخواہ اپنے کو ہلاک نہ کرو۔ میرے ساتھ چلو میں تمہارے واسطے امان کا پیغام لے کر آئی ہوں۔

عکرمہ (نے پوچھا) کیا تم نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کرلی ہے اور انھوں نے تمہیں امان دے دی ہے؟

اُمِ حکیم (نے کہا) ہاں، اور انہیں سے میں تمہارے لئے بھی امان لے کر آئی ہوں۔

اِدھر حضور نے صحابہ سے فرمایا:۔ دیکھو ابوجہل کا بیٹا عکرمہ مومن ہو کر آرہا ہے تم اس کے باپ کو بُرا بھلا مت کہنا۔ میت کو بُرا بھلا کہنے سے اُسے تو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف پہنچتی ہے۔

اِتنے میں دونوں میاں بیوی حضور کی خدمت میں پہنچے۔

اُمِ حکیم (نے عرض کیا) عکرمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

حضور:۔ (مارے خوشی کے کھڑے ہوکر) عکرمہ کو اندر بُلاؤ — جب عکرمہ اندر پہنچے اور حضور کی نظر اُن پر پڑی تو محبت سے فرمایا — مرحبا اے مہاجر سوار خوب آئے۔

عکرمہ (نے عرض کیا) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو اُمِ حکیم نے بتایا کہ آپ نے مجھے امان دیدی۔

حضور (نے فرمایا) اُمِ حکیم نے تم سے سچ کہا ہے میں نے تم کو امان دیدی ہے۔

عکرمہ (نے عرض کیا) اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں — پھر عکرمہ نے شرمندگی سے سر جھکا کر عرض کیا:— آپ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ وفادار ہیں۔

حضور (نے فرمایا) اے عکرمہ تم جو بھی مجھ سے طلب کرو اور مجھے اُس کو دینے کی قدرت ہوگی اس کو میں خوشی سے تم کو دوں گا۔

عکرمہ (نے عرض کیا) میں آپ سے دعائے مغفرت چاہتا ہوں۔ میں نے جو کچھ بھی آپ کے ساتھ دشمنی کی اور شرک کے لئے آپ سے لڑائیاں لڑیں آپ دعا کریں کہ وہ سب اللہ ہم کو معاف کردے۔

حضور (نے فرمایا) یا اللہ عکرمہ نے جو میرے ساتھ دشمنی کی اور جو بری بات اِس نے کہی اور اسلام کے خلاف جو لڑائی لڑی وہ سب معاف کردے۔

عکرمہ (نے عرض کیا) یارسول اللہ اب آپ مجھے بھلائی کی تعلیم دیں تاکہ میں اس پر چلتا رہوں۔

حضور نے فرمایا، تم اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ کہو اور جہاد کرو۔
عکرمہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے جو مال دینِ اسلام کے خلاف خرچ کیا ہے اس سے دوگنا
اللہ کے راستہ میں خرچ کروں گا اور جتنی بار دینِ حق کے مقابلہ میں لڑا ہوں اُس سے دوگنا بار اللہ
کے راستہ کے لئے لڑوں گا۔

اور عکرمہ نے پوری وفاداری کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا۔ آخرکار حضرت صدیق اکبر کے زمانہ
خلافت میں بمقام اجنادین جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

لیجئے دین کی تکمیل ہو گئی

مکہ فتح ہوا جو اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و مسکن اور اللہ و
رسول کے دشمنوں کا گڑھ تھا۔ اس کے بعد مسلسل حق و باطل کی کشمکش جاری رہی جس میں
صلح بھی ہوئی اور جنگ بھی۔ خاص خاص جنگیں، خندق، بدر، اُحد، خیبر و حنین وغیرہ سب ہی کامیابی
کے ساتھ انجام پائیں۔ سچائی کا بول بالا اور کفر و شرک کا منہ کالا ہوا۔ اس طرح کتنی ہی مزاحمتوں کا
مقابلہ کرتے اور اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچاتے ہوئے حضور کی عمر شریف کی تریسٹھ بہاریں
ہو چکیں اور خزاؤں کی آندھیاں خود اپنا منہ جھلس کر رہ گئیں۔ اس مبارک و فطری عمر شریف
میں نبوت کے کل تئیس سال تاریخ عالم میں سرورِ عالم کے حیرت انگیز کارناموں سے بھرے
ہوئے ہیں۔ ان ۲۳ برسوں کی مختصر مدت میں پُرآشوب کی زندگی کے تیرہ سال اور مدنی زندگی کے
پُرشوکت دس سال شامل ہیں۔[119]

یہاں تک کہ گیارہویں سالِ ہجرت میں ابھی ایک مہینہ باقی تھا کہ حضور نے اپنے آخری
یادگار حج کا ارادہ فرمایا جو عموماً حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ اس حج میں آپ کے ساتھ لاکھ سوا لاکھ مسلمان
یعنی صحابہ کرام نے بھی حج کیا۔ جمعہ کے دن ذی الحجہ یعنی عیدِ قرباں کی نو تاریخ کو وادی نمرہ میدانِ عرفات
اور یوم نحر یعنی قربانی کے دن منیٰ کے مقام پر اپنا عظیم الشان خطبہ دیا جس میں مندرجہ ذیل وہ بیش
قیمتی اصول بیان فرمائے جو اسلام کا خلاصہ اور آپ کی شانِ خطابت کا اعجاز ہے۔[120] غور سے سنئے:

۱۔ خونِ ناحق اور ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا مال اور آبروریزی حرام ہے۔

۲۔ جاہلیت کا ہر امر میرے پیروں تلے روندا گیا یعنی مسلمانوں میں ان کا چلن منع کر دیا گیا۔

۳۔ سُودی کاروبار بالکل موقوف کر دیا گیا ہے۔

۴۔ عورتوں کا حق مَردوں پر ہے کہ حسبِ مقدور وہ اُن کی روٹی کپڑے مکان اور بنیادی ضروریات کے ذمّہ دار ہیں۔

۵۔ مَردوں کا حق عورتوں پر ہے کہ وہ شوہر کی امانت یعنی عصمت وغیرہ کی حفاظت کریں۔

۶۔ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رہنا جو میں تم میں چھوڑ رہا ہوں۔

۷۔ تقویٰ یعنی اللہ کے ڈر سے پرہیز گاری اختیار کئے رہو۔

۸۔ اللہ سے تمہاری ملاقات ضرور ہونا ہے اور تمہارے اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی۔

۹۔ میرے بعد گمراہ ہو کر پھر نہ جانا کہ باہم مارکاٹ کرنے لگو۔ خبردار رہو۔

۱۰۔ اپنی جان پر کوئی شخص ظلم نہ کرے۔ نہ باپ بیٹے پر نہ بیٹا باپ پر۔

۱۱۔ جو موجود ہیں وہ اِن باتوں کو انھیں پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

خطبے کے آخر میں آپ نے لوگوں سے فرمایا۔

حضور:۔ اے مسلمانو! میرے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟

حاضرین:۔ (یک زبان ہو کر) یا رسول اللہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم کو پہنچایا اور کام کو بخوبی انجام دے دیا۔

حضور:۔ (یہ سُن کر اپنی کلمہ کی اُنگلی اوپر اُٹھا کر نیچے لاتے ہوئے فرمایا) اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ یعنی اے اللہ تو گواہ ہو جا ــــ یہی تین بار فرمایا

اُسی دن عصر کے وقت سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:۔

"آج ہم نے تمہارے واسطے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔" یعنی وہ مقصد پورا ہو چکا جس کے لئے آپ کو مقرر کیا گیا تھا یعنی کتاب اللہ کی تعلیم اور حکمت حقیقی دانشمندی کی بات اور انسانوں کا تزکیہ۔[۱۲۲] اُن کے ظاہر و باطن کو سنوارنا اور انفرادی و اجتماعی پاکیزگی بخشنا۔ اور حضور نے اس دین کامل پر خود ہی پوری طرح عمل کر کے دکھا دیا۔[۱۲۳] اور دینِ حق سارے دینوں پر غالب ہو کر رہا۔[۱۲۴] کیونکہ آپ کو الگ الگ فرقوں

اور قوموں کے لئے نہیں سارے انسانوں کے لئے رسول بنایا گیا تھا[125]۔ اور اب آپ کی رسالت اور آپ پر بھیجی گئی کتاب یعنی قرآن حکیم ہمیشہ ہمیش کے لئے چراغِ ہدایت ہے یعنی وہ اللہ کا آخری دستورِ زندگی جس کے پہلے کے سارے قانون اب لاگو نہیں رہ گئے۔ اب مسلمانوں کے لئے قرآن و سنّتِ رسول ہی حق و باطل کا معیار، صحیح و غلط کی کسوٹی اور زندگی کے ہر شعبہ میں ردّ و قبول کی آخری و محکم سند ہیں۔ انسانی علوم و نظریات سارے تمدنی معاملات کو صرف قرآن و سنّت ہی پر پرکھنا مسلمان کے لئے لازمی ہے۔ جو ان پر کھرا اُترے وہی درست ہے۔ جو کھوٹا اُترے وہ غلط ہے اور قابلِ ترک ہے۔ اور اس لئے یہ اللہ کے رسول فردِ نبوت پر مُہر ہیں اور سلسلۂ رسالت کی آخری کڑی ہیں[126]۔ جن کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی کسی قسم کا بھی آنے والا نہیں بلکہ جو ایسا دعویٰ کرے وہ بالکل جھوٹا ہے ہرگز ہرگز ماننے کے لائق نہیں۔ اللہ ایسے فتنہ سے ہم سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین وصلی اللہ علیٰ خاتم النبیین۔

سیرتِ پاک جو معجزہ بھی ہے اور زندگی کا نمونہ بھی

ہاں ہاں! آپ کی سیرت بے شک ایک معجزہ ہے اور ایسا زندہ معجزہ کہ دنیا کے کسی انسان کی ایسی مثال تاریخ میں موجود نہیں ہے۔ اِس لئے کہ صرف آپ ہی کی وہ ذاتِ بابرکت صفات ہے جس کی زندگی کے ہر پہلو کی ایک ایک بات نہایت معتبر طریقہ سے آج تک معلوم و محفوظ ہے اور زندگی کا نمونہ اس لحاظ سے ہے کہ آپ کی سیرتِ پاک کو معیار بنا کر ہی زندگی گزارنے سے عام انسانی سماج میں انسانیت کے بلند ترمقام پر پہنچا جا سکتا ہے اگرچہ نبی کے درجۂ کمال کو حاصل کر لینا ممکن نہیں ہے۔

ایسی معجزانہ سیرت اور مثالی زندگی کی سند قرآن سے ہے اور حدیث سے بھی روایت سے بھی ہے اور تاریخ سے بھی۔ قبلِ نبوت کے عہد میں غیر مسلموں سے اور بعد نبوت مسلم و غیر مسلم اپنوں اور غیروں سبھی سے پوری تفصیل و تصدیق کے ساتھ ملتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ما آیا ہے کہ:۔ اے اللہ کے رسول آپ اخلاق کے بہت بڑے مرتبہ پر ہیں[128]۔ ... ... ہیں۔ اس پر از حد مہربان اور ترس کھانے والے ہیں[129]۔ آپ کو سارے عالم ... رحمت بنا کر

بھیجا گیا ہے[130]۔ لوگوں کے حق بات قبول نہ کرنے پر آپ کا جی کڑھتا ہے[131]۔ آپ دل کے نرم ہیں[132]۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ بحکمِ حدیث آپ کی تربیت خود آپ کے رب نے فرمائی ہے اور آپ کا خُلق قرآن کا نمونہ ہے[133]۔ بچہ بچہ آپ کے حسنِ اخلاق سے واقف تھا چنانچہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر انصار بنی نجار کی بچیاں شادیانہ گاتی ہوئی کہتی تھیں کہ حضور ہمارے کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں[134]۔

یہی نہیں بلکہ لطف تو یہ ہے کہ اغیار اور دشمن تک آپ کے کمالِ خُلق کا اعتراف کرتے ہیں اور بقول:- والفضل ما شهدت به الاعداء۔ یعنی خوبی تو یہ ہے کہ اس کی گواہی دشمن بھی دیں۔ چنانچہ ابوجہل جیسا آپ کا جانی دشمن بھی آپ کی سچائی کا قائل تھا اور ایک بار اس نے حضور سے کہا تھا کہ میں تمھیں جھوٹا نہیں کہتا بلکہ تمہارے دین کے پیغام کو جھٹلاتا ہوں[135]۔

اس مجسّم خُلقِ عظیم کا یہ معجزۂ انصاف بھی ملاحظ ہو کہ آپ دودھ پینے کے زمانہ میں اپنے دودھ شریکے بھائی کے حصّہ کا دودھ نہ پیتے تھے۔ چھپانے کے اعضاء کھلنے نہ دیتے تھے وغیرہ۔ پھر نوعمری میں عیسائی راہب بحیرائے شامی نے آپ کی خوبیوں کا بیان کیا[136]۔ ابوسفیان ابنِ حرب نے قبولِ اسلام سے پہلے قیصرِ روم کے سامنے آپ کے حسنِ اخلاق کی تصدیق کی[137] اور صفوان ابنِ اُمیّہ بھی ایمان لانے سے قبل آپ کی وسعتِ قلب کا اعتراف بہت متاثر ہو کر کیا ہے[138]۔

اور سب سے زیادہ فتح مکہ کے موقع پر ایک سے ایک ایذا رسانوں کا اعتراف جو کہ انسانی بڑے پن کی بے نظیر مثال ہے اور حسنِ سیرت کا ایسا نمونہ جو سُنہرے حرفوں میں لکھنے کی چیز اور تاریخ کی زینت ہے۔

اتنا ہی نہیں بلکہ کسی کی سیرت پر عزیزوں، دوستوں اور قریبی رشتہ داروں نیز خود اس کے گھر والوں کی گواہی اس لئے معتبر اور اہمیت کی چیز ہوتی ہے کیونکہ ان لوگوں کی نظر قریب سے دیکھنے کی وجہ سے انسانی عمل کی باریکیوں پر ہر وقت رہتی ہے مگر انھوں نے بھی کسی خامی کا اشارہ تک نہیں دیا بلکہ کمالِ اخلاق کا موقع بہ موقع مذکور ملتا ہے۔ جیسے آپ کے چچا ابوطالب نے ایک موقع پر ایک شعر میں یوں کہا ہے کہ:- یقیناً تم نے مجھے مفید صلاح اور اچھی نصیحت جو دی ہے وہ آج کوئی انوکھی نہیں تم تو پہلے ہی سے امین ہو۔ اسی طرح ایک موقع پر کہا ہے کہ:- تم یتیموں کے چارہ ساز اور بیواؤں کے محافظ ہو۔ بنی ہاشم کے پریشان

حال آپ سے راحت پاتے ہیں اور اُن کے لئے آپ کے انعام و احسان کے دروازے کھلے ہیں۔
اسی طرح پہلی وحی کے نزول پر آپ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ نے تسلی دیتے ہوئے آپ کی خوبیوں کو گِنا کر کہا ہے کہ ایسے شخص کو اللہ ہر بُرائی و نقصان سے محفوظ رکھتا ہے ——
یہاں ہم رحمت کے سمندر سے صرف چند بوندوں کو لے کر حاضرین کے دلوں کو سیراب کر رہے ہیں۔ غور سے سنیں اور اس نمونہ سے اپنی زندگی کو روشن بنائیں۔

جنگِ اُحد میں آپ کا مبارک دانت شہید ہو گیا اور نُور کے ٹکڑے پر بھی زخم آ گیا جس سے صحابۂ کرام نے سخت ناراض ہو کر کہا:۔

صحابہ :۔ یا رسول اللہ آپ کافروں کے لئے بد دعا فرمائیں۔

حضور (نے فرمایا) میں بندوں کو اللہ کی رحمت سے ہٹانے اور دور کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ لوگوں کے لئے رحمت بنا کر اور اللہ کی سچی راہ کی طرف بلانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ نے یوں دعا فرمائی کہ یا اللہ تو میری قوم کو صحیح راستہ دکھا کیونکہ وہ ناواقف نادان ہیں۔

اسی طرح ذات الرقاع کے مقام پر ایک جنگ سے آپ واپس آرہے تھے۔ راستہ میں دوپہر کے وقت ایک درخت کے سائے میں آرام کے لئے سو گئے اور صحابہ بھی سو گئے۔ ایک شخص غورث غطفانی بُرے ارادے سے آپ کے پاس پہنچ گیا اور تلوار کھینچ لی کہ اتنے میں حضور کی آنکھ کھل گئی تو اُس نے کہا:۔

غورث (نے کہا) اب تم کو کون مجھ سے بچا سکتا ہے؟

حضور (نے فوراً جواب دیا) اللہ بچانے والا ہے۔

یہ سُن کر غورث پر اتنا رعب چھا گیا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی تو حضور نے تلوار اپنے ہاتھ میں اُٹھا کر فرمایا۔

حضور :۔ اب تم بتاؤ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟

غورث (نے کہا) آپ تو بُرائی کا بدلا بُرائی سے نہیں دیتے ہیں۔

اس پر حضور نے اُسے معاف کر دیا اور اس کی تلوار اسے دے دی۔ وہ آپ کے اس برتاؤ کو دیکھ کر اُسی وقت مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم سے جا کر کہا کہ میں ایسے اچھے انسان کے پاس

Marfat.com

سے آیا ہوں جس کا رحم وکرم حلم اور بخشش بیان سے باہر ہے۔

اور سنئے حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ایک موٹی چادر اوڑھے ہوئے تھے اچانک ایک دیہاتی آیا اور اس نے اِتنے زور سے چادر کھینچی کہ آپ کے شانۂ مبارک پر نشان پڑ گیا پھر اس نے آپ سے کہا۔

دیہاتی:۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اِن دو اونٹوں کو اللہ کے اس مال میں سے لاکر دو جو تمہارے پاس ہے۔ کیونکہ تم کو نہ اپنے مال سے دینا ہے اور نہ یہ (نعوذ باللہ) تمہارے باپ کا مال ہے۔

حضور:۔ (کچھ خاموشی کے بعد مسکراتے ہوئے) بے شک مال اللہ کا ہے اور میں اُس کا بندہ ہوں لیکن اے دیہاتی تم نے میرے کندھوں کو تکلیف پہنچائی ہے تم سے اس کا بدلہ لیا جائیگا۔

دیہاتی (نے کہا) یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

حضور (نے فرمایا) کیوں نہیں ہوسکتا؟

دیہاتی (نے کہا) آپ تو بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیا کرتے ہیں۔

حضور نے مسکرا کر ایک اونٹ جَو سے اور دوسرا اونٹ کھجوروں سے لاد کر دیا۔

ایک بار مالِ غنیمت میں بہت کافی روپیہ آیا جو آپ کے سامنے ڈھیر لگا دیا گیا۔ آپ نے اُسی وقت سب تقسیم کر دیا۔ بعد میں ایک شخص آیا۔

شخص (نے کہا) اے اللہ کے رسول مال غنیمت میں سے ہم کو بھی دے دیجئے۔

حضور (نے فرمایا) میرے پاس اب کچھ نہیں بچا ہے تم میرے نام سے جاکر کسی سے اُدھار لے لو اور تمہاری طرف سے میں ادا کر دوں گا۔

(نے عرض کیا) یارسول اللہ آپ مال خرچ کرتے رہیئے اور مالکِ عرش سے کسی کمی کا خیال بھی نہ لائیے۔

حضور:۔ (مسکرا کر) ہاں اسی کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے۔

ایک بار آپ سفر کر رہے تھے ابنِ عمر آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں ایک دیہاتی آیا۔

حضور (اس سے فرمایا) اے دیہاتی کہاں جا رہا ہے؟

دیہاتی :- گھر جا رہا ہوں۔

حضور (نے فرمایا) امرِ خیر کی ضرورت ہے۔

دیہاتی (بولا) امرِ خیر کیا ہوتا ہے؟

حضور (نے فرمایا) امرِ خیر یہ ہے کہ گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

دیہاتی نے پوچھا اس کی تصدیق کون کرے گا؟

حضور (نے فرمایا) دیکھو وادی کے اس کنارے پر ببول کا جو درخت ہے وہ گواہی دے گا۔

چنانچہ حضور نے درخت کو اشارہ کیا اور وہ زمین چیرتا ہوا سامنے آیا اور سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ پھر اُس سے تین مرتبہ گواہی طلب کی گئی اور اس نے تینوں بار گواہی دی کہ یہ بے شک اللہ کے سچے رسول ہیں۔

دیہاتی (نے عرض کیا) آپ درخت کو حکم دیں کہ وہ اپنی جگہ پر چلا جائے۔

چنانچہ آپ نے درخت کو اشارہ کیا اور وہ اپنی جگہ پر چلا گیا۔ پھر دیہاتی نے عرض کیا۔

دیہاتی :- میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ کا سجدہ کروں۔ آپ اجازت دیجئے۔

حضور (نے فرمایا) نہیں۔ اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدے کے لئے کہتا تو بیوی سے کہتا کہ وہ شوہر کا سجدہ کرے۔ پھر دیہاتی نے آپ کے مبارک ہاتھ پر چومنے کو اجازت مانگی اور آپ نے اجازت عنایت فرمائی۔[۱۴۳]

اسی طرح ایک بار حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے ساتھ حضور ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں کچھ بھیڑیں تھیں انھوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ یہ دیکھ کر حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا:-

حضرت صدیق (نے عرض کیا) یا رسول اللہ آپ کو سجدہ کرنے کے لئے ہم ان بھیڑوں سے زیادہ حق دار ہیں۔

حضور (نے فرمایا) نہیں کسی کو نہیں چاہیئے کہ کسی کو سجدہ کرے۔[۱۴۴]

ایک بار ایک اونٹ آپ کے پاس آیا اور آپ کو سجدہ کیا۔

حضور نے پوچھا:۔ اس کا مالک کون ہے؟

انصاری جوان (نے عرض کیا) یہ اونٹ ہمارا ہے۔

حضور (نے فرمایا) اِس کا کیا حال ہو رہا ہے!

انصاری جوان (نے عرض کیا) یہ بیس سال سے ہمارے یہاں پانی کھینچتا رہا ہے اور اب کام کے قابل نہ رہا۔ سو چتا ہوں کہ ذبح کردوں۔

حضور (نے فرمایا) تم اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔

انصاری جوان (نے عرض کیا) یا رسول اللہ یہ آپ کا مال ہے۔

حضور (نے فرمایا) جب تک یہ نہ مرے تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔[۱۴۵]

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں آپ نے محسوس کیا کوئی یا رسول اللہ کہہ کر پکار رہا ہے۔ آواز کی طرف دیکھا تو ایک بندھی ہوئی ہرنی آپ کو آواز دے رہی تھی اور شکاری اسی کے پاس میں سو رہا تھا۔ آپ نے ہرنی سے پوچھا:۔

حضور:۔ اے ہرنی تیری کیا حاجت ہے؟

ھرنی (نے عرض کیا) مجھے اس شکاری نے باندھ رکھا ہے۔ سامنے پہاڑ پر میرے دو بچے ہیں۔ آپ مجھے کھول دیں تاکہ میں اُن کو دودھ پلا دوں۔

حضور:۔ (وعدہ لیتے ہیں) دیکھو دودھ پلا کر واپس آجانا!

پھر آپ نے اسے کھول دیا۔ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی اور آپ نے اُس کو باندھ دیا۔ اِتنے میں شکاری جاگ اُٹھا۔ اس نے آپ کو دیکھ کر عرض کیا:۔

شکاری:۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے کوئی خدمت ارشاد فرمائیں تو بجا لاؤں۔

حضور (نے فرمایا) اِس ہرنی کو چھوڑ دو۔

شکاری نے ہرنی کو چھوڑ دیا اور وہ خوشی سے چھلانگ بھر کے یہ کہتی ہوئی چلی گئی۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔[۱۴۶]

ایک لڑائی جنگِ خندق کے نام سے مشہور ہے۔ صحابۂ کرام خندق کھود رہے تھے۔ ایک جگہ ایک سخت چٹان آگئی وہ کسی طرح نہ کٹتی تھی۔

صحابہ نے عرض کیا:۔ یا رسول اللہ یہ سخت زمین ہم لوگوں سے کسی طرح کٹ نہیں رہی ہے۔

حضور (نے فرمایا) اچھا میں اُترتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپ خندق میں اُترے اور اس زور سے کدال چلائی کہ ایک ہی ضرب میں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ حضرت جابر نے اس وقت دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے مزدوروں کے اس آقا کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔

حضرت جابر نے عرض کیا:۔ یا رسول اللہ مجھے اپنے گھر جانے کی اجازت دیجئے۔

گھر جا کر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا:۔ اللہ کے رسول کی حالت مجھ سے نہیں دیکھی جاتی اگر گھر میں کچھ ہو تو جلدی بتاؤ۔

بیوی (نے کہا کہ) کوئی ساڑھے تین سیر جو رکھے ہیں اور ایک بکری کا بچہ ہے۔

حضرت جابر (نے کہا) اچھا تم جَو کو پیس کر گوندھو اور میں بکری کے بچے کو ذبح کر کے گوشت چولہے میں چڑھاتا ہوں۔

حضرت جابر یہ کام کر کے جلدی سے حضور کی خدمت میں پہنچے اور موقع پا کر چپکے سے آپ سے عرض کیا:۔

حضرت جابر:۔ یا اللہ کے رسول میرے گھر پر ساڑھے تین سیر آٹا اور بکری کے ایک بچہ کا گوشت موجود ہے۔ آپ چند صحابہ کو لے کر میرے گھر تشریف لے چلیں۔

حضور:۔ (بلند آواز سے) اے اہلِ خندق سب کے سب چلو جابر نے تمہاری دعوت کی ہے۔ پھر حضور نے جابر سے فرمایا:۔ جب تک میں نہ پہنچوں تم گوشت کو آگ سے نہ اُتارنا اور بیوی سے کہو وہ روٹی پکانا بھی شروع نہ کرے۔ یہ سن کر وہ فوراً گھر گئے اور بیوی سے سارا حال بیان کر ہی رہے تھے کہ صحابہ کرام کو حضور لئے ہوئے پہنچ گئے۔ آپ نے گوندھے ہوئے آٹے میں ذرا سا لعاب دہن ڈالا اور برکت کے لئے دعا کی۔ اسی طرح چولہے میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعا کر کے فرمایا:۔

حضور:۔ اے جابر عورتوں کو بُلا کر روٹی پکانا شروع کرا دو اور چولہے کو آگ پر سے نہ اُتارو اور سالن نکال کر دیتے رہو۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہزار آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پتیلا اسی طرح چولہے پر اور گندھا ہوا آٹا اسی طرح رکھا رہا۔[۱۴۷]

ایک بار بی بی فاطمہ حضور کے پاس آئیں۔ سخت بھوک کی وجہ سے چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ آپ نے اُن کے سینے پر ہنسلی کی جگہ اپنا دستِ مبارک رکھ کر انگلیاں کھول دیں۔ پھر یوں دعا فرمائی۔

حضور:۔ اے میرے اللہ بھوکوں کو سیر کرنے والا اور کمزوروں کو سہارا دینے والا تو ہی ہے جو میری بیٹی فاطمہ کو سہارا دے۔

حضرتِ عمران کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ کے چہرے کی زردی دور ہو گئی تھی کچھ دنوں کے بعد اُن کی مُلاقات حضرت فاطمہ سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا۔

حضرت عمران:۔ اے فاطمہ اب تمہارا کیا حال ہے؟

حضرت فاطمہ (نے بتایا) اس دن کے بعد سے مجھے بھوک نے کبھی نہیں ستایا۔

بہرحال آپ کی عمر شریف میں قبل نبوت کے چالیس سال، بعدِ نبوت مکی زندگی کے تیرہ سال اور مدنی زندگی کے دس سال یعنی پورے تریسٹھ سال کے بے شمار واقعات ہیں جو آپ کی بے مثال سیرت و اخلاق کا نمونہ ہیں۔ اسی طرح آپ کے معجزوں کی بھی کوئی گنتی نہیں۔ آپ تو سراپا معجزہ ہیں اور خالقِ کائنات کی قدرت کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

صلی اللہ علیٰ محمد ۔ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کی روزمرہ کی زندگی سادگی صفائی پاکیزگی سے بھرپور تھی مکے میں دعوت و تبلیغ کے مصیبت بھرے حالات میں بھی اور مدینے میں اسلامی حکومت کے انتظامی زمانے میں بھی آپ کمزوروں کی مدد کرتے۔ گھر والوں اور خادم کا ہاتھ بٹاتے[۱۴۸] اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ بازار سے سودا خود خرید کر لاتے۔ کپڑوں میں پیوند لگا لیتے۔ دودھ دوہتے۔ اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے۔ چھوٹے بچوں کو پیار کرتے[۱۴۹] اور یتیموں کے سر پہ ہاتھ پھیرتے۔ بیمار پُرسی کرتے اور جنازے میں شریک ہوتے۔[۱۵۰]

بہرحال آپ رحمت ہی رحمت تھے مسلم و غیر مسلم، انسان اور حیوان سب[۱۵۱] کے لئے۔ آپ کا اچھا برتاؤ بھی سب کے ساتھ تھا۔ کوئی اپنا ہو یا غیر۔ اپنی حاکم و فاتح جماعت کا ہو یا محکوم و اقلیتی فرقے[۱۵۲] کا۔

تو ہم مسلمانوں کو چاہیئے کہ انسانیت کے ایسے محسنِ اعظم کی مکی و مدنی زندگی سے سبق لیں اور

اپنے آقا کے نقشِ قدم پر چل کر دونوں جہان کی سعادت و خوش بختی حاصل کریں۔ وباللہ التوفیق۔

مناجات بہ درگاہِ قاضی الحاجات[153]

الٰہی طفیلِ نبیِ مکرم — مجھے مست کر جامِ اُلفت پلا کے
طفیلِ ابوبکرِ صدیق اکبر — رہوں گامزن رہ پہ صدق و صفا کے
طفیلِ عُمر شاہ فاروقِ اعظم — مزے لے اڑوں میں بھی زہد و وفا کے
طفیلِ قتیلِ ستم شاہِ عثمان — عنایت کر اوصاف صبر و غنا کے
طفیلِ علی کرم اللہ وجہہ — کھلیں راز سربستہ علم و ذکا کے
طفیلِ کُل اصحاب و آلِ پیمبر — مجھے نفس و شیطاں سے رکھ لے بچا کے
طفیلِ مشائخ جو اعلامِ دیں تھے — نہ لے جا مجھے پاس جُرم و خطا کے
طفیلِ ابوالخیر پیرِ طریقت — جو سردار ٹھہرے تمام اتقیا کے
طفیلِ شہ بوالحسن زیدِ مُرشد — جو شیخ جہاں اور ولی ہیں خدا کے
الٰہی حرم کا سفر ہو میسّر — ہوں اسباب خود اس رہِ جانفزا کے
چلوں چشم سے جانبِ طیبہ گاہے — رہِ شوق میں اپنی پلکیں بچھا کے
مِری جان ماں باپ و اولاد سب کچھ — فدا ہوں الٰہی اسی پیشوا کے
مری التجاؤں کو سُن لے الٰہی — اُمیدوں کے غنچے کھلیں لہلہا کے
ترے نام لیوا پریشاں ہیں بے حد — وہ اب جا لگے ہیں کنارے رَدا کے
نہیں اہل یا رب وہ ظلم و ستم کے — بنیں تختۂ مشق اہلِ عِدا کے
اُٹھایا ہے سر کافروں نے بہت کچھ — ستم ہو گئے بے حساب اشقیا کے
غرور اُن کا ٹوٹے نکل جائے کس بل — گریں، منہ کے بل ٹھوکریں خوب کھا کے
سلامت رَوی حاصلِ زندگی ہو — نکل جائیں سب دور سے اِبتلا کے
صبا پھر پیام اَمن کا لے کے آئے — شگوفے کھلیں دوستی کی فضا کے
ہو اسلام سرسبز و شاداب پھر سے — پھلے اور پھولے نیا رنگ لا کے

صدا گونجے اللہ اکبر کی ایسی ۔۔۔ کہ قربان ہو جائیں سب اس صدا کے

تمنائیں بر آئیں زیدِ حزیں کی

بہا دے الٰہی خزانے عطا کے

بحق

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَہِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاتِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ـــــ آمین
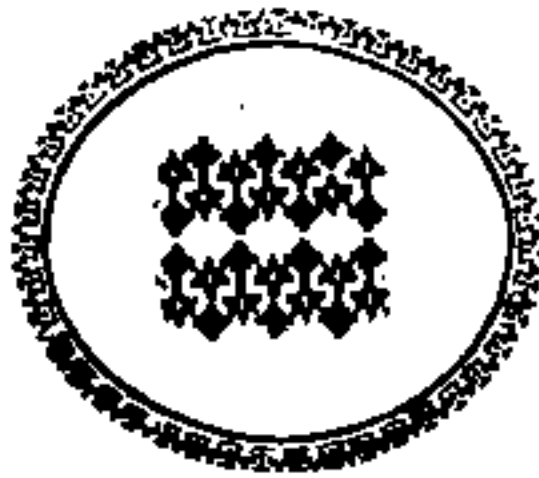
ضمیمہ

بنام تاریخی

نغمۂ میلادِ خیر

۱۹۹۰ء

مشتمل بر

سلام و نعت و منقبت

ضمیمہ "نغمۂ میلادِ خیر" مشتمل بر سلام نعت و منقبت

۱۹۹۰

فہرس عنوانات

لاکھوں سلام

پیارے پیارے پیمبر پہ لاکھوں سلام
حلیۂ عکسِ انور پہ لاکھوں سلام
قد رشکِ صنوبر پہ لاکھوں سلام
ناک نقشہ ہے شہکارِ تخلیقِ رب
بارک اللہ بھویں چاند عیدین کی
آفتاب اور چندے جو مہتاب ہے
میوے جنت کے رخسار نرم اور بھرے
تھی سر دوش سے جو بنا گوش تک
دستِ نرگس میں ہے سب سیاہ و سفید
تھے گداز و کشادہ سخاوت سے پُر
زینتِ پشت مہر ایک کاندھوں تلے
جس سے چشمہ بہا چاند ٹکڑے ہُوا
پاؤں رکھتیں زمیں پر نہ پہنچے دھمک
پنڈلیاں وہ کہ موٹی نہ لاغر سڈول
بات جب وہ کریں پھول منہ سے جھڑیں
دُھل کے خوشبو نہ جائے جو کپڑا بسے
سہمے دشمن کا دل دور سے دیکھ کر
نظمِ دنیا و دیں کی سند آخریں

حُسنِ محبوبِ داور پہ لاکھوں سلام
اس سراپائے سرور پہ لاکھوں سلام
مدِّ اللہ اکبر پہ لاکھوں سلام
نور کے حُسنِ پیکر پہ لاکھوں سلام
قابَ قوسینِ سرور پہ لاکھوں سلام
ٹکڑے گول اور سُندر پہ لاکھوں سلام
رنگِ سیب و گُلِ تر پہ لاکھوں سلام
ایسی زلفِ مُعنبَر پہ لاکھوں سلام
دُوربیں چشمِ انور پہ لاکھوں سلام
اس کفِ دستِ اطہر پہ لاکھوں سلام
ایسی شانِ پیمبر پہ لاکھوں سلام
ایسی انگشتِ انور پہ لاکھوں سلام
طرزِ رفتارِ سرور پہ لاکھوں سلام
عقب پائے خوشتر پہ لاکھوں سلام
ایسے شیریں سخن ور پہ لاکھوں سلام
عَرَقِ روح پرور پہ لاکھوں سلام
اس جلالِ بہادر پہ لاکھوں سلام
ختم دور پیمبر پہ لاکھوں سلام

وہ خیالی سُنیں کاش اور میں پڑھوں
اپنے پیارے پیمبر پہ لاکھوں سلام

سلام اُن پر

زباں پر نعرۂ تکبیر وحدت لے کے آئے ہیں
علی الاعلان پیغام رسالت لے کے آئے ہیں
دیانت لے کے آئے ہیں امانت لے کے آئے ہیں
جہانِ شور و شر میں خیر و برکت لے کے آئے ہیں

سلام اُن پر، سلام اُن پر سلام اُن پر سلام اُن پر

صداقت لے کے آئے ہیں عدالت لے کے آئے ہیں
سخاوت لے کے آئے ہیں شجاعت لے کے آئے ہیں
جو اپنے دوش پر بارِ رسالت لے کے آئے ہیں
زمیں پر اولیں شانِ خلافت لے کے آئے ہیں

سلام اُن پر، سلام اُن پر سلام اُن پر، سلام اُن پر

نبی کا اُسوۂ حسنہ طریقت لے کے آئے ہیں
جو عرفانِ شریعت در حقیقت لے کے آئے ہیں
خلوص و جذبۂ پُر جوشِ الفت لے کے آئے ہیں
وہ غازی ہیں کہ جاں بہر شہادت لے کے آئے ہیں

سلام اُن پر، سلام اُن پر سلام اُن پر، سلام اُن پر

جو پوچھا اہلِ محشر نے عبادت لے کے آئے ہیں
تو کہہ دیں گے محمدؐ کی محبت لے کے آئے ہیں
معاصی گر خطا کارانِ امت لے کے آئے ہیں
رسول اللہ دامانِ شفاعت لے کے آئے ہیں

سلام اُن پر، سلام اُن پر سلام اُن پر، سلام اُن پر

عجب تر نسخۂ تسخیرِ فطرت لے کے آئے ہیں
برائے زندگی نورِ ہدایت لے کے آئے ہیں
غلامانِ محمد حق کی دعوت لے کے آئے ہیں
خیالی یعنی اک پیغامِ رحمت لے کے آئے ہیں

سلام اُن پر، سلام اُن پر سلام اُن پر، سلام اُن پر

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ لِمسکِ الختام

امامِ رسولاں رسولُ السلام
نبیُّ الامم اور خیرُ الانام
وَمَا ینطقُ اِلّا وحی۔ کلام
خوشا صاحبِ شرعِ کامل نظام
صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ لمسکِ الختام
علیٰ احمدَ ثُمَّ آلِ کرام

جہاں میں کوئی ایسا آیا نہیں　　زمیں پر کہیں جس کا سایا نہیں
فلک نے نظیر اسکا پایا نہیں　　جو کون و مکاں میں سمایا نہیں

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام
علیٰ احمدَ ثُمّ آلِ کرام

دمِ صبح دلکش نگار آگیا　　کہ محبوبِ پروردگار آگیا
گلستاں پہ رنگِ بہار آگیا　　ہر اک برگِ گل پر نکھار آگیا

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام
علیٰ احمدَ ثُمّ آلِ کرام

اندھیرے جہاں کا اُجالا نبی　　حلیمہ کی گودی کا پالا نبی
شہ دوسرا کملی والا نبی　　انوکھا انوپم نرالا نبی

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام
علیٰ احمدَ ثُمّ آلِ کرام

حرا میں ملا جس کو عرفانِ حق　　کیا جس نے مکہ میں اعلانِ حق
نمایاں مدینے میں کی شانِ حق　　سنایا زمانے کو فرمانِ حق

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام
علیٰ احمدَ ثُمّ آلِ کرام

یہ دنیا کہ جس وقت اندھیر تھی　　کہیں بربریت کہیں سرکشی
کہیں قتلِ اولاد در سیم ستی　　مٹی آپ کے فیض سے ہر بدی

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام
علیٰ احمدَ ثُمّ آلِ کرام

جوا سود فحش دریا مٹ گیا　　بشر کوئی ننگا نہ بھوکا رہا
کسی کا خزانہ نہ چھینا گیا　　یہ تھا حسن تقسیم کا معجزا

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام

علیٰ احمد ثمّ آلِ کرام

جو پیتے تھے مے خود ہی تائب ہوئے　　گناہوں کے اسباب غائب ہوئے
غلامانِ وقت آ کے صاحب ہوئے　　زمانے سے عنقا مصائب ہوئے

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام
علیٰ احمد ثمّ آلِ کرام

خدا ہے خیالی غفور و کریم　　رسولِ مکرّم رؤف و رحیم
وہ بحرِ نبوّت کا دُرِّ یتیم　　ہے قدرت کا اک شاہکارِ عظیم

صلوٰۃٌ صلوٰۃٌ کمسک الختام
علیٰ احمد ثمّ آلِ کرام

سلامٌ علیکم، سلامٌ علیکم

نبی پر تصدق فقط ہیں نہ ہم تم　　کریں رشک صورت پہ خور وماہ و انجم
ابھی مُردے جی اٹھیں کہدیں اگر قمْ　　وہ اصحاب مصداق اعلون انتم

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

یتیموں کے سردار بن کر وہ آئے　　غریبوں کے سرکار بن کر وہ آئے
شفیعِ گنہگار بن کر وہ آئے　　دو عالم کے سرکار بن کر وہ آئے

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

جہاں میں رسولِ خدا آگئے ہیں　　مبارک خوشا مرحبا آگئے ہیں
لئے مژدۂ جانفزا آگئے ہیں　　وہ لے کر کتابِ ہُدیٰ آگئے ہیں

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

سرِ جنگ خندق شکم پر ہے پتھر　　وہ آقا کہ مزدور کے ہے برابر
خدا کے ہیں بندے مگر بندہ پرور　　نہیں ان کا سایہ نہیں ان کا ہمسر

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

مدینے کا گلشن بہاروں کی محفل　　زمین پر خوشا چاند تاروں کی محفل
خدا کے چہیتوں دُلاروں کی محفل　　نبی کے ولی چار یاروں کی محفل

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

ابوبکر وہ یار غارِ محمدؐ　　عمر ابنِ خطاب یارِ محمدؐ
شہیدِ غنی جاں نثارِ محمدؐ　　علیِ شیرِ حق یادگارِ محمدؐ

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

جناب محمدؐ ہمارے نبی ہیں　　ہمارے نبی جگ کے پیارے نبی ہیں
زمانے کی آنکھوں کے تارے نبی ہیں　　وہ بیشک خدا کے سنوارے نبی ہیں

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

اماں اے نبی اہلِ مکہ کو بخشی　　جو تھے دشمنِ جان اُن کو دعا دی
سعادت سے بدلی شقاوت کی بستی　　نگاہِ کرم چشمِ رحمت اِدھر بھی

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

بُری یا بھلی ہے تو اُمت تمہاری　　تمہیں نزع میں جسکی تھی یادگاری
مدد کے لئے آئی بپتا کی ماری　　کہاں جائے اِس در کی آخر بھکاری

سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم سلامٌ علیکم

السلامُ السلامُ علیکَ السلام

اے نبیِ عرب اے رسولِ عجم　　داعیِ کُل جہاں ہادیِ کُل اُمم
مولدِ پاک کی برکتیں دفعِ غم　　برسا ابرِ کرم خشک کھیتی ہے نم

السلام السلامُ علیک السلام

آپ کی ذات سے فرق تھے ذات کے　　آدمی آدمی سے نہیں کوئی کم
اونچ بھی کرم سے نیچ بھی کرم سے　　آپ سے گر ملا یہ خدا کی قسم

السلام السلامُ علیک السلام

حُسن جیون کے ماتھے کا چندن بنے
اُن کے چرنوں میں سر تو کر دو آ کے خم

دیکھ مُنتی ہے پائے طلب سب تھکے
اب ہے سایہ کھجوروں کا بس دو قدم

السلامُ السلامُ علیک السلام

حل خیالی کیا کارِ دنیا و دیں
جس سے عاجز رہے مارکس و ابراہم

مرحبا مرحبا آفریں آفریں
اے نبیِّ عرب اے رسولِ عجم

السلامُ السلامُ علیک السلام

اُن پہ برسوں درُود، اُن پہ صدیوں سلام

وہ رفیقِ عوام، وہ عزیزِ الکرام
وہ رسولِ اسلام انبیا کے امام

اُن پہ برسوں درود اُن پہ صدیوں سلام

وہ ہیں خیر البشر، سچی اُن کی خبر
رُولیں لعل و گہر، وہ ہیں فیضِ انام

اُن پہ برسوں درود، اُن پہ صدیوں سلام

وجہِ کون و مکاں باعثِ دوجہاں
وہ شہِ انس و جاں سب ہیں اُنکے غلام

اُن پہ برسوں درود اُن پہ صدیوں سلام

اُن کا چندن بدن، نور سب جان و تن
مہرِ صبحِ وطن، شب کے ماہِ تمام

اُن پہ برسوں درود، اُن پہ صدیوں سلام

اُن پہ اُتری کتاب، وہ ہیں قرآں نصاب۔
اُنکے گُن بے حساب، سب میں مُکھا اُنکے نام

اُن پہ برسوں درود اُن پہ صدیوں سلام

اُن کا جیون چرتر کتنا صاف اور پوتر
جس کا سایہ نہ چتر چھپے ہیں دکشن و بام

اُن پہ برسوں درود اُن پہ صدیوں سلام

ہے خیالی کو دُھن گائے اُن ہی کے گُن
رے، ہو خوش تو بھی سُن نعتِ شیریں کلام

اُن پہ برسوں درود اُن پہ صدیوں سلام

سلام میرا

صبا مدینے میں کملی والے سے کہنا جا کر سلام میرا
پیامِ شوق آرزوئے دید عرض کرنا پھرے کے نام میرا

ذرا سا ہے کام کر خدارا نسیمِ نازک خرام میرا
گلِ عقیدت یہ پیش کرنا ادب سے کہہ کر سلام میرا

انہیں کا ہے ذکرِ خیر ہر دم لبوں پہ اور دل میں یاد اُن کی
درود اُن پر سلام اُن پر وظیفہ صبح و شام میرا

وہ رحمتِ کل ہیں اُنکے الطافِ خسروانہ سے دور کیا ہے
ذرا ہو چشمِ کرم کو جنبش اُدھر تو بن جائے کام میرا

نبی رہے رسم و راہ یونہی ہوا کرے یونہی کہنا سننا
پڑھا کروں میں سلام اُن پر ثنا کریں وہ کلام میرا

وہ میٹھی زیادہ جو شہد سے ہے سفید زیادہ جو دودھ سے ہے
اُسی مئے ناب سے بھریں گے کنارِ کوثر وہ جام میرا

یہی ہے دل کی لگن خیالی میں مر رہا ہوں اسی آرزو میں
وہ بزمِ محشر میں کاش کہہ دیں یہ آ رہا ہے غلام میرا

ان شاء اللہ ان شاء اللہ

سرکار ہمیں بلوائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ
اک روز مدینہ جائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ

وہ ابرِ کرم برسائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ
ارماں کا چمن لہکائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ

ہم کر کے طوافِ بیت اللہ زمزم سے حرم میں منہ دھو کر
طیبہ کی کھجوریں کھائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ

کثرت سے درودِ پاک کی جب اس دل میں جلا ہو جائے گی
وہ جلوہ گری فرمائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ

زحمت دیں انہیں گستاخی ہے بس چشمِ عنایت کافی ہے
وہ یاد کریں ہم جائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ

سجدوں کا نشاں ہو ماتھے پر اور نقشِ محمد سینے پر
یوں اُن کی شفاعت پائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ

قسمت سے حضوری حاصل ہو اور آنکھ اشکوں شامل ہو
ہم نعتِ خیالی سنائیں گے ان شاء اللہ ان شاء اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

ذکرِ ورد فضا کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
فرش سے لے تا عرشِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھتا رہے جو دل سے ہر دم، صلی اللہ علیہ وسلم
درد ہو کافورا ور مٹے غم، صلی اللہ علیہ وسلم

کیا کہنا معراجِ نبی کا دونوں جگ میں راج نبی کا
ایک بشر مختارِ دو عالم، صلی اللہ علیہ وسلم

پار لگائیں جیون نیا ایسے مانجھی ایسے کھویا
جوت اگم دکھلائیں آ گم صلی اللہ علیہ وسلم

جسم کی خوشبو مشک و عنبر رخ پر جگمگ نور پیمبر
ناک اور نقشہ حسنِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

مکھڑا سمن سا کومل کومل دمکت چہرا کندن کندن
من موہن تم بعثت ہو پیتم صلی اللہ علیہ وسلم

جائے دعا آخر کیوں خالی پڑھئے درودِ اول جو خیالی
اسم مبارک اسم اعظم، صلی اللہ علیہ وسلم

آئے ہیں

صد رشکِ شکوہِ قیصر و جم سلطانِ دو عالم آئے ہیں
با فقر و حشم با سیف و قلم نبیوں کے خاتم آئے ہیں

ہاں جنکی خبر ویدوں[1] نے دی تورات نے بھی انجیل[2] نے بھی
وہ مژدۂ پیہم صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں

اے گمرہِ تدبیرِ منزل اے تیغِ تمدن کے بسمل
حل سارے مسائل کا لے کر اک رہبر عالم آئے ہیں

پیغامِ شرف انساں کے لئے معراجِ بشر کی بنکے سند
تمثیلِ مکمل آئے ہیں معیارِ مسلم آئے ہیں

وہ عدل و امانت کے پیکر تصویرِ مساواتِ آدم
وہ صدقِ سراپا آئے ہیں اخلاقِ مجسم آئے ہیں

مزدور بھی ہیں جو آقا بھی مخدوم بھی ہیں اور خادم بھی
مفتوح کو دیتے ہیں جو اماں وہ فاتح اعظم آئے ہیں

اک سب کے لئے پیغام انکا سبکو ہے صلائے عام انکا
وہ فیضِ تمام اے اہلِ جہاں وہ رحمتِ عالم آئے ہیں

والّیل دجیٰ زلفِ پُر خم والشمسِ ضحیٰ عارض کی قسم
سیرت ہے الم نشرح جنکی وہ حسنِ مجسم آئے ہیں

با جسم لطیف اللہ اللہ با روح سبک ماشاء اللہ
اسریٰ کا سفر سبحان اللہ وہ کر کے بہ یکدم آئے ہیں

وہ صدرِ ریاست خاک نشیں مرج البحرین نیا دیں
قرآن ہے جن کا خلقِ مبیں وہ آیتِ محکم آئے ہیں

بوبکر و عمر عثمان و علی ضو جن کی زمانہ میں پھیلی
ہیں ایسے نظامِ شمسی کے جو نیرِ اعظم آئے ہیں

الفقر فخری جن کی ادا احسان خیالی جن پہ فدا
وہ محسنِ انساں آئے ہیں وہ فخرِ آدم آئے ہیں

---

[1] حوالہ ۱ے اتھر وید اُپ نشد [2] کتاب یوحنا - بائبل انگلش باب ۔ آیت ۱۴ - ۱۵

گُل سیکھے نزاکت

گُل سیکھے نزاکت تری نازک بدنی سے، بدنی سے، بدنی سے، بدنی سے
کلیوں کے بھی منہ بند ہیں غنچہ دہنی سے، دہنی سے، دہنی سے، دہنی سے

دل کیسے چلا جاتا ہے امیر شدنی سے، شدنی سے، شدنی سے، شدنی سے
پوچھے یہ کوئی جاکے اُویس قرنی سے، قرنی سے، قرنی سے، قرنی سے

ہیں لب رنگیں ہیں عقیق یمنی سے، یمنی سے، یمنی سے، یمنی سے
خوشتر ہے پسینہ بھی شمیم چمنی سے، چمنی سے، چمنی سے، چمنی سے

ہر بول میں رس لطف سخن نرم زبانی
طوطی نے اڑائی تری شکر شکنی سے، شکنی سے، شکنی سے، شکنی سے

جو دشمن جاں تھے جگری دوست ہوئے وہ
دل موہ لئے آپ نے شیریں سخنی سے، سخنی سے، سخنی سے، سخنی سے

ہے فرق بڑا طور سے محبوب و محب میں
مفہوم نکلتا ہے یہ رب ارنی سے، ارنی سے، ارنی سے، ارنی سے

تہذیب و تمدن کا قرینہ تو خیالی
دنیا کو ملا صرف رسولِ مدنی سے، مدنی سے، مدنی سے، مدنی سے

یا نبیِ عَرَبی

یا نبی عربی سیدی مکی مدنی
شان اے صلی علیٰ آپ کی اللہ غنی

خندۂ زیر لبی جیسے کہ منہ کھلتی کلی
واہ دندانِ مبارک ہیں کہ ہیرے کی کنی

بات کیا بات ہے جب بات کریں پھول جھڑیں
لب گلرنگ پہ قربان ہو شیریں سخنی

آنکھیں شرمیلی پلک خم نظر بے پرقدے
خوبصورت وہ بھویں زیادہ گھنی اور تنی

قدم پاک جو پتھر پہ پڑا موم ہوا
ابر رحمت کی چتر چھاؤں تھی سر پہ گھنی

نکلا رومالِ انس آگ سے مہکا مہکا — عطرِ جنت کی جو خوشبو تھی پسینے میں بھی

اہلِ ہجرت سے مواخات کرادی ایسی — ہوئی انصار پہ قربان غریب الوطنی

حسنِ اخلاق کا ہے غیروں میں بھی ذکرِ جمیل — دوست دشمن سے برابر ہی تی خوب چھنی

یہ کمالاتِ بشر فوقِ بشر کیا کہیے — ہیں سیاست کے عدالت کے شجاعت کے دھنی

کاش کے نعت خیالی یہ حضوری میں سنائے

یا نبیِ عربی سیدی مکی مدنی

صلی اللہ علیہ وسلم

رہبرِ کامل ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم — مخبرِ صادق رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حسن سراپا نور کے پیکر بعدِ خدا ہر ایک سے برتر — مجمعِ خوبی مفخرِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم

ختمِ رسل دانائے سبل اور واقفِ اسرارِ جز و کل — امی لقب فی علموں میں اعلم صلی اللہ علیہ وسلم

راکبِ رفرف رہبرِ اسریٰ سبحان اللہ سبحان اللہ — رونقِ بزمِ عرشِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم

مہبطِ وحیِ خالقِ یکتا، لیس کمثلہ شیٔ سایا — ارفع و اعلا افضل و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

صورتِ زیبا مصحفِ یزداں سیرتِ پاک آیاتِ قرآں — محسنِ انساں خلقِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

چاروں طرف ہیں پیارے صحابہؓ بیچ میں حضرت قبلۂ کعبہ — تاروں کی جھرمٹ نیر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے نبی پر مردِ مسلماں کیوں نہ کرے جان اپنی قرباں — نزع میں ہو جسے امت کا غم صلی اللہ علیہ وسلم

عجزِ نظر تک فکرِ خیالی اور بے حد اوصافِ عالی

کیجئے نہ کیوں لا احصی پیہم صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

اللہ سبحان الذی — فی اللیل اسریٰ بعبدہٖ

کر آئے وہ سیر عرش کی — زنجیرِ در ہلتی رہی

صلِ علیٰ پیارے نبی

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ

چھائی گھٹا گھنگھور تھی　　دُنیا تھی پاپوں سے بھری
چمکی حِرا میں برق سی　　ہر سمت پھیلی روشنی

صلِّ علیٰ پیارے نبی

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

قرآن سیرت آپ کی　　ہر سُورہ نعت واقعی
دُنیا میں کِس کی ہو سکی　　ایسی مثالی زندگی

صلِّ علیٰ پیارے نبی

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

رحمت کی بھی حد ہو گئی　　حالت ہے طاری نزع کی
چلتی ہیں سانسیں آخری　　لب پر ہے یا رب اُمتی

صلِّ علیٰ پیارے نبی

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

جب نبی بُلائیں گے

شوق ہے حضوری میں جب نبی بلائیں گے　　جھومتے محبت کی سرخوشی میں جائیں گے
کب وہ دن ہو کوثر سے مجھ کو جام بھر بھر کے　　اپنے پیارے ہاتھوں سے خود نبی پلائیں گے
وہ سخی ہیں داتا ہیں عاصیوں کے آقا ہیں　　رحمتِ خداوندی حشر میں لٹائیں گے
اک ذرا پہنچنے دو ہم کو اُن کی چوکھٹ تک　　جھولیاں مُرادوں کی بھر کے خوب لائیں گے
جا سکے نہ جو طیبہ مان بھی لو مجبوراً　　خود وہ جلوۂ زیبا خواب میں دکھائیں گے
وہ مدینے کی گلیاں جن پہ جنتیں قرباں　　اُن میں چین کی اے دل نیند بھی سلائیں گے

اے خیالی محشر میں سجدۂ شفاعت سے
میری بگڑی قسمت کو دیکھنا بنائیں گے

خوشبوئے کس گُل کی پھیلی چمن در چمن　　تذکرے کس کے ہیں انجمن انجمن

ہیں حبیبِ خدا احمدِ مصطفیٰ　　خوش ادا خوش نوا خوش قبا خوش بدن

بات جب وہ کریں تو شکر گھول دیں　　ایسے خندہ جبیں اور شگفتہ سخن

وہ دَمک دانت میں چمکیں جو رات میں　　صُبحِ صادق کی ضَو نورِ صُبحِ وطن

موہ لیتے ہیں مَن نیت سے پریت سے　　شکتی و شانتی کا یہ ہے سَن مُلمَن

اُنگلیاں جن سے چشمے بہے فیض کے　　ٹکڑے دو ہو گیا جن سے ماہِ گگن

آپ سے زندگی کا سلیقہ ملا
اے خیالی زمانے کا بدلا چلن

خدا کے ذِکر سے جو دل کو گرمایا نہیں کرتے　　محمدؐ کی محبت کا مزہ پایا نہیں کرتے

محبت ہے ہمیں ہاں ہاں حبیبِ ربّ سے بیشک سے　　کبھی بات کے کہنے میں شرمایا نہیں کرتے

زباں سے نام لو اُن کا تو دل آرام پاتا ہے　　وہ اپنے چاہنے والوں کو تڑپایا نہیں کرتے

محبت ہے فقط محبوب کی مرضی میں ڈھل جانا　　نہیں جو اہلِ دل وہ راز یہ پایا نہیں کرتے

ہو ذوقِ جذب گر دل کی زمیں تا ابھی اُگلے گی　　وہ کب ابرِ کرم پیاسوں پہ برسایا نہیں کرتے

اُنھیں چاہیں اور اُن کے چاہنے والوں کو بھی چاہیں　　جو اہلِ قُرب ہیں ہم اُن کو اَنگایا نہیں کرتے

خیالی مانگ لے اُن سے مُرادیں جس قدر چاہے
بھکاری کو وہ خالی ہاتھ لوٹایا نہیں کرتے

یا رسولٌ عَفوٌّ رؤوفٌ رحیم　　یا وصولٌ دلیلٌ فصیحٌ علیم

یا نبیٌّ نجیٌّ بدیعٌ کفیل　　یا صفیٌّ رفیعٌ شفیعٌ حلیم

یا غیاثٌ قویٌّ متینٌ امین　　یا صبیبٌ حبیبٌ نجیبٌ کریم

یا حفیٌّ ولیٌّ شفیقٌ شہیر　　یا خلیلٌ وکیلٌ جلیلٌ حکیم

یا منیرو نورُ و تاجُ سِراج — یا بشیرٌ برٌّ مُبرٌّ قسیم
یا حمیدُ اَحیدُ شہیدُ امیر — یا قیمٌ صدقٌ مکینٌ مقیم
یا مُشفعُ شافعُ حقٌّ مبین — یا بشیرٌ نذیرٌ خطیبٌ کلیم
یا محمدُ مصطفٰے احمدِ پاک
سُنئے سرکار نعتِ خیالی نعیم

ولادت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وہ پیغام امن و اماں بن کے آئے — وہ فاراں پہ حق کی اذاں بن کے آئے
غلاموں کے راحت رساں بن کے آئے — اسیروں پہ وہ مہرباں بن کے آئے
بشیرو نذیرو سراجاً منیرا — اندھیروں میں وہ چندرماں بن کے آئے
یتیموں کے والی یسیروں کے مولیٰ — تسلی دہ بیوگاں بن کے آئے
امیروں کے حاکم غریبوں کے خادم — وہ ہمدردِ بے چارگاں بن کے آئے
ہیں فردِ رسالت پہ مُہرِ نبوت — کہ وہ خاتم مُرسلاں بن کے آئے
جو باتیں کریں پھول جھڑتے ہیں منہ سے — وہ شیریں زباں خوش بیاں بن کے آئے
تمدن سیاست عدالت معیشت — ہر اک فن کے وہ رازداں بن کے آئے
ملی آپ سے حق کی منزل خیالیؔ
وہ زندگی کے نشاں بن کے آئے

یا رسول

ہے مصحفِ رخ آپ کا قرآن یا رسول — شانِ بلند پارۂ سبحان یا رسول
الفت ہے آپ کی مرا ایمان یا رسول — قربان کردوں گر ملے سو جان یا رسول
صلِّ علی یہ رُعب ہے یہ شان یا رسول — بوجہل کے خطا ہوئے اوسان یا رسول
ہیں آپ ہی تو باعثِ تخلیقِ کائنات — سب کیوں نہ مانیں آپکا احسان یا رسول

لب پر درود حلیہ تصور میں دل میں یاد
مقبول ہو وظیفۂ ہر آن یارسول

محمود کیا مقام دعائے اذاں کا ہے
اس پر دہ پھر شفاعتی دامان یارسول

وہ آل و اہلِ بیت میں ازواج و ذریات
شاہد ہے جنکی پاکی پہ قرآن یارسول

خلفائے راشدین امامانِ مومنین
ہیں یارِ غار، عمر، علی عثمان یارسول

تاریخ دہرا نہ سکی جن کی اک مثال
بخشی گئی صحابہ کو وہ شان یارسول

دونوں جہاں میں اک نگہ لطف کے طفیل
ہوں مشکلیں خیالی کی آسان یارسول

صَلِّ عَلٰی محمدؐ

صَلِّ علیٰ نبینا صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ نجینا صَلِّ علیٰ محمدؐ
صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ محمدؐ

صَلِّ علیٰ بشیرنا صَلِّ علیٰ نذیرنا صَلِّ علیٰ منیرنا صَلِّ علیٰ شہیرنا
صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ محمدؐ

صَلِّ علیٰ رحیمنا صَلِّ علیٰ کریمنا صَلِّ علیٰ حلیمنا صَلِّ علیٰ حکیمنا
صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ محمدؐ

صَلِّ علیٰ خلیلنا صَلِّ علیٰ دلیلنا صَلِّ علیٰ جلیلنا صَلِّ علیٰ جمیلنا
صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ محمدؐ

صَلِّ علیٰ احیدنا صَلِّ علیٰ وحیدنا صَلِّ علیٰ حمیدنا صَلِّ علیٰ شہیدنا
صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ محمدؐ

صَلِّ علیٰ امینا صَلِّ علیٰ مبینا صَلِّ علیٰ مکینا صَلِّ علیٰ متینا
صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ محمدؐ

صَلِّ علیٰ خطیبنا صَلِّ علیٰ نجیبنا صَلِّ علیٰ حبیبنا صَلِّ علیٰ مجیبنا
صَلِّ علیٰ محمدؐ صَلِّ علیٰ محمدؐ

نبی کا گھرانہ

نبی کے گھرانے کے گن کیوں نہ گائیں
کہ ہیں بی بیاں ساری اُمت کی مائیں

سب ازواجِ پاک اصل میں تو ہیں گیارہ
مگر کیسے اِس مختصر میں گنائیں

خدیجہ بڑی اور پہلی ہیں بی بی
عجب کیا جو پہلے وہ ایمان لائیں

چہیتی ہو کون عائشہ بی سے جن سے
نبی تادمِ آخر آرام پائیں

رقیہ و کلثوم نورین اطہر
جو شانِ غنی کو منور بنائیں

رہیں فاطمہ پیاری سب بیٹیوں میں
نبی جن کی آمد پہ چادر بچھائیں

حسین و حسن لاڈلے تھے نواسے
نبی جن کو کاندھوں پہ اپنے بٹھائیں

یہ ہیں خاص خاص اہلِ بیتِ محمدؐ
تو پیارے کے پیاروں کی ہم لیں بلائیں

ہیں سب صاف باطن ہیں سب پاک سیرت
نمونہ ہیں اُمت کو اِن کی ادائیں

ہے واجب خیالی محبت سبھی کی
پڑھو تم درود اُن پہ اور لو دعائیں

رضیَ النبیّ و رضیَ اللہ عنہم
صلوٰۃٌ علیہم صلوٰۃٌ علیہم

اللہ اللہ!

میلادِ نبی کا جشن سجا اللہ اللہ اللہ
خوشخبری اُڑی یہ لے کے صبا اللہ اللہ اللہ

محبوبِ خدا اور غارِ حرا اللہ اللہ اللہ
جبریلِ امیں وحیِ اقرا اللہ اللہ اللہ

حق لا الٰہ اِلا اللہ بجلی کی چمک بادل کی گرج
اسلام کا وہ پہلا کلمہ اللہ اللہ اللہ

بن دیکھے سُنے تصدیق جو کی بوبکر نے پائی صدیقی
معراج کی صبح کا یہ تحفہ اللہ اللہ اللہ

فاروق بنے مومن ہو کر دیکھے تو کوئی یہ بختِ عمرؓ
پہلی وہ حرم میں حق کی ندا اللہ اللہ اللہ

وہ ذی النورین عثمانِ غنی دو بار بنے داماد نبی
وہ اُن کی حیا وہ جود و سخا اللہ اللہ اللہ

منہ چھوٹا خیالی مدح بڑی کیا شانِ ابی الحسنین علی
وہ فاتحِ خیبر شیرِ خدا اللہ اللہ اللہ

ہمارا حسین

سبطِ نبی ہے لختِ دلِ سیّدین ہے
ابنِ علی ہے فاطمہ کا نورِ عین ہے
شمعِ منیرِ انجمنِ مشرقین ہے

جو حاملِ روایتِ بدر و حنین ہے
دراصل وہ حسین ہمارا حسین ہے

ہاں ہاں وہی جو قرۃ العین رسول ہے
ہاں ہاں وہی جو غنچۂ باغ بتول ہے
ہاں ہاں وہی جو گلشن حیدر کا پھول ہے

سبطِ نبی ہے لختِ دلِ سیّدین ہے
دراصل وہ حسین ہمارا حسین ہے

کرب و بلا میں جس نے دیا درسِ زندگی
سکھلائے دار و گیر میں آدابِ بندگی
حق پر نثار کر دی ہر اک ارجمندگی

ابنِ علی ہے فاطمہ کا نورِ عین ہے
دراصل وہ حسین ہمارا حسین ہے

گلشن میں جس کی یاد سے ہر گل ہے سینہ چاک
ہے جس سے رشکِ اوجِ فلک کربلا کی خاک
ہے جس کی ضو سے چہرۂ تاریخ تابناک

شمعِ منیرِ انجمنِ مشرقین ہے
دراصل وہ حسین ہمارا حسین ہے

کانِ خودی کا کہئے جسے جوہر فرید

ہو کر اسیرِ نرغۂ قتالِ نامُرید
جاں دے دی اور خیال نہ کی بیعتِ یزید

جو حاملِ روایتِ بدر و حنین ہے
دراصل وہ حُسین ہمارا حُسین ہے

خاصانِ محمدؐ

صدیقِ تقی خاصۂ خاصانِ محمدؐ
فاروقِ جری شیرِ نیستانِ محمدؐ
عثمانِ غنی جامعِ قرآنِ محمدؐ
مولائے علی ہمدم و ہم خوانِ محمدؐ

چاروں ہیں یہی عرشِ خلافت کے ستارے
اللہ انھیں پیارا یہ اللہ کو پیارے

اللہ کے پیارے ہیں عزیزانِ نبی ہیں
سب واسطہ در واسطہ باہم نسبی ہیں
نسلاً اُموی ہاشمی و مُطلبی ہیں
اک ایک سے بڑھ چڑھ کے مُبارز طلبی ہیں

واللہ نہیں ان میں کوئی افضل و کم تر
چاروں کی محمدؐ سے قرابت ہے برابر

جان و دل و دیں ثانیِ اثنین کے صدقے
فتاحِ فلسطین و عراقین کے صدقے
دامادِ نبی صاحبِ نورین کے صدقے
ابنِ ابی طالب ابوالحسنین کے صدقے

ایمان کی کہتا ہوں یہ ایمان کو سب پچھ
ہیں جان یہ ایمان کی ہے جان تو سب کچھ

مدحِ عثمان

حیا آبروئے جمالِ غنی ہے — سخاوت کو فخرِ نوالِ غنی ہے
یہ معیارِ فضل و کمالِ غنی ہے — کہ اسلام مرہونِ مالِ غنی ہے
اگر باوجود اس کے حق پوشیاں ہیں
تو بیشک یہ احساں فراموشیاں ہیں

سخا کا ہے جن کی زباں زدِ فسانہ — غنی جن کو کہتا ہے سارا زمانہ
بنے مصریوں کے ستم کا نشانہ — رہا بند چالیس دن آب و دانہ
شہادت کی جن کی خبر دی نبی نے
ہیں تاجِ خلافت کے سوم نگینے

جری دل مسلماں تھا وہ پہلا پہلا — گیا کر کے ہجرت جو مکّے سے حبشا
وہی جمع قرآں ہے شہکار جس کا — بندھا جس کے سر ذیقون کا سہرا
شرف یہ نہ پایا جہاں میں کسی نے
نبی جس کو دو بیٹیوں سے نوازے

محمد کے داماد نورین والے — حیا دار شرمیلے اور بھولے بھالے
نبی دستِ چپ جن کو اپنا بنالے — بھرے خوں سے ان کے مدینے میں تھالے
غضب ہو گیا کیوں نہ آئی قیامت
نہ کیوں پھٹ پڑا آسماں وائے حیرت

حنا خونِ مظلوم کی رنگ لائی — جمل کی ہوئی تھی جو جنگ آزمائی
نہ دیکھی تھی دنیا نے ایسی لڑائی — کہ اُمت کی ماں رن میں لڑنے کو آئی
کہاں کفر و اسلام کا معرکہ تھا
ضیائی وہ عثمان کا خوں بہا تھا

اسناد و حوالے

۱۔ قرآن۔ لقمان ۳۳، البقرہ ص ۱۷۲، و مشکوٰۃ باب ایمان بالقدر ف ۱ عن ابی ہریرہ متفق علیہ، و مشکوٰۃ باب الوسوسہ ف ۱ عن ابی ہریرہ متفق علیہ و المنجد فصل الواؤ و منتخب اللغات ف میم مع الدال۔

۲۔ قرآن۔ المائدہ ۲۰ و پ ۲ و منہاج النبوۃ اول ص ۲۴۳ و پ ۲ منہاج النبوہ ص ۲۴۲ عن عبداللہ ابن عمرو پ ۲ المائدہ ۱۱ و منہاج النبوہ ص ۲۴۲ عن انس۔

۳۔ قرآن۔ آل عمران ۱۶۳

۴۔ قرآن۔ البقرہ ۱۴۳

۵۔ قرآن۔ یونس ۵۸

۶۔ قرآن۔ المائدہ ۱۱۴

۷۔ قرآن۔ ابراہیم ۵

۸۔ قرآن۔ الضحیٰ ۱۱

۹۔ قرآن۔ الانبیاء ۷

۱۰۔ قرآن۔ التوبہ ۱۲۸

۱۱۔ قرآن۔ البقرہ ۱۵۱

۱۲۔ قرآن۔ احزاب ۴۴-۴۵

۱۳۔ قرآن۔ القلم ۴

۱۴۔ قرآن۔ الانبیاء ۱۰۷

۱۵۔ قرآن۔ یوسف ۳۔ ۱۱۱

۱۶۔ قرآن۔ احزاب ۲۱

۱۷۔ مشکوٰۃ رابع فضائل سید المرسلین ف ۲ عن ابو باض ابن ساریہ رواہ البغوی و احمد۔

۱۸۔ ایضاً عن العباس رواہ ترمذی

۱۹۔ " " " "

۲۰۔ مشکوٰۃ رابع فضائل سید المرسلین ف ۳ عن ابی موسیٰ الاشعری رواہ مسلم

۲۱۔ ایضاً باب المبعث ف ۱ عن عائشہ متفق علیہ

۲۲۔ ایضاً باب المعراج ف ۱ عن قتادہ رواہ مسلم

۲۳۔ ایضاً علامات نبوت ف ۱ عن جابر بن سمرہ متفق علیہ

۲۴۔ ایضاً جامع المناقب ف ۱ عن انس رواہ البخاری

۲۵۔ خیر البیان ص ۲۰ و منہاج النبوہ اول ص ۲۴۳

۲۶۔ مشکوٰۃ اول کتاب العلم ف ۱ عن جریر صحیح مسلم

۲۷۔ ایضاً کتاب الایمان ف ۱ عن عمر ابن الخطاب متفق علیہ

۲۸۔ القول الجلی فارسی از ولی اللہ محدث دہلوی ص ۵۲

۲۹۔ خیر البیان ص ۳۳

۳۰۔ بزم جمشید ص ۱۸ بحوالہ ہفت مسئلہ

۳۱۔ خیر البیان ص ۲۷ مع دستخط مہر صاحب مکتوب

۳۲۔ ایضاً ص ۲۸-۳۳

۳۳۔ ایضاً ص ۱۹

۳۴ منہاج النبوہ جلد اول

۳۵ القول الجلی فارسی ص۵۳

۳۶ مشکوٰۃ ثالث۔ القیام ف۳۔ عن ابی ہریرہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

۳۷-۳۸ مشکوٰۃ ثالث۔ عن سعید الخدری رواہ متفق علیہ و خیر البیان ص۲۴ و مشکوٰۃ ثالث المصافحہ والمعانقہ ف۲ عن عائشہ رواہ ابوداؤد و خیر البیان ص۲۵ و سرورِ عالم دوم ص۴۴

۳۹ خیر البیان ص۲۵-۲۶ بحوالہ قاضی عیاض مالکی صاحب کتاب شفاء۔

۴۰ قرآن۔ احزاب ۵۶

۴۱ قرآن۔ النحل ۵۹

۴۲ قرآن۔ آلِ عمران ۳۰

۴۳ مشکوٰۃ۔ اول۔ الصلوٰۃ علی النبی ف۳ عن عمر بن الخطاب رواہ الترمذی۔

۴۴

۴۵ خیر البیان ص۱

۴۶ قرآن۔ حجرات ۲

۴۷ منہاج النبوہ اول ب ص۲۴۳-۲۴۲

۴۸ ایضاً ص۱۸۱

۴۹ مشکوٰۃ اول کتاب الایمان و متفق علیہ

۵۰ مشکوٰۃ ثانی باب الرؤیا ف۱ عن ابی ہریرہ و ایضاً عن قتادہ متفق علیہ۔

۵۱ مشکوٰۃ رابع۔ ذکر الانبیاء ف۱ عن ابن عباس رواہ مسلم۔

۵۲ مشکوٰۃ ثالث فی التوکل ف۳ متفق علیہ

۵۳ خیر البیان ص۸۸-۸۹ بحوالہ احادیث مستند و سرورِ عالم دوم ص۱۲۵ بحوالہ احادیث مستند و منہاج النبوۃ جلد اول باب اول۔

۵۴ مشکوٰۃ اول۔ فی الصلوٰۃ علی النبی ف۲ عن ابی ہریرہ رواہ الترمذی

۵۵ مشکوٰۃ اول۔ فی الصلوٰۃ علی النبی ف۲ عن ابی ہریرہ رواہ النسائی۔

۵۶ ایضاً فی الصلوٰۃ علی النبی۔ عن عبداللہ ابن عمر و ابن العاص رواہ احمد

۵۷ ایضاً۔ ف۳ عن عمر ابن الخطاب رواہ الترمذی و فی ہذا المعنی عن عبداللہ ابن مسعود

۵۸ ایضاً۔ عن اُبی ابن کعب رواہ الترمذی

۵۹ قرآن۔ التوبہ ۲۸

۶۰ مکتوبات حضرت مجدد م۹۳ دفتر۳ ص۱

۶۱ "اگر اب بھی نہ جاگے تو" محولہ ص۱۰۵

۶۲ قرآن۔ مائدہ ۱۵

۶۳ قرآن۔ احزاب ۷

۶۴ مشکوٰۃ رابع فی فضائل سید المرسلین ف۱ عن ابی ہریرہ متفق علیہ

۶۵ ایضاً عن ابی ہریرہ رواہ الترمذی و عن

عرباض ابن الساریہ رواہ احمد و بیہقی و صححہ حاکم

٦٦ خیر البیان ص۴٧-۴٨ و منہاج النبوۃ ص۴١٣ بحوالہ دلائل النبوۃ رواہ بیہقی عن عمر و حاکم بروایت صحیح و مواہب و سیرۃ نبویہ از ابن عساکر وغیرہ

٦٧ قرآن۔ الصف ع٦ و اعراف ع١٥٧ و البقرہ ع١٤٦

٦٨ قرآن الانعام ع٢٠

٦٩ سرورِ عالم اوّل ص۶٨٣ بحوالہ ابن ہشام و ابن اسحاق

٧٠ تورات۔ استثناء ب١٨ ص٣٣

٧١ زبور کتاب دوم۔ مزمور ۴٥

٧٢ پرانا و نیا عہد نامہ اردو۔ یوحنا و انجیل انگریزی ١٤-١٥-١٦ و توضیح العقائد ب٣ ص٩١

٧٣ اتھروید۔ الوپ نشد بحوالہ ستیارتھ پرکاش ناگری ص٣۴٣ و توضیح العقائد ب٣ ص٧١ بحوالہ توثیق العقائد از کتب مقدسۂ ہند۔

٧٤ منہاج النبوۃ اوّل ب٢ ص٣٠ و ب٦ ص٢١٢

٧٥ خیر البیان ص۵ بحوالہ دلائل النبوۃ از ابونعیم و روض الانف از سہیلی و سرورِ عالم اوّل ص٦

٧٦ معتبر روایات میں یہی ہے مگر سرورِ عالم میں بحوالہ طبقات ابن سعد کی ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ آپ کا نام احمد رکھنا۔ یہ سورۃ الصف میں عیسیٰ کی خوشخبری کے مطابق ہے۔

٧٧ مکتوبات حضرت مجدد ص٩٤ دفتر سوم حصہ دوم نیز سیرۃ محمدیہ اردو ترجمہ مواہب میں یہ وضاحت ہے کہ حضور کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین والوں میں محمد اللہ نے رکھا ہے۔

٧٨ خیر البیان ص٤٥ و منہاج النبوۃ اول ب٢ ص٤٩ و سرورِ عالم دوم ب٣ ص٩٥

٧٩ تفصیلی حوالے مقدمہ دوم میں لکھے جا چکے ہیں۔

٨٠ خیر البیان ص٣٣

٨١ مشکاۃ۔ رابع فی فضائل سید المرسلین ف١ عن واثلہ ابن الاسقع رواہ مسلم و الترمذی

٨٢ مشکاۃ۔ رابع فی مناقب العشرہ ف٢ عن جابر رواہ الترمذی

٨٣ منہاج النبوۃ اوّل ب٢ ص١٢٩ و ب٦ ص٢١٥

٨٤ سرورِ عالم دوم ص٢٤ تا ص٢٩ بحوالہ طبقات ابن سعد و انساب الاشراف بلاذری

٨٥ مشکاۃ۔ رابع۔ علامات النبوہ ف١ عن انس رواہ مسلم

٨٦ سرورِ عالم۔ دوم۔ بحوالہ طبقات

٨٧ ایضاً بلا حوالہ

٨٨ مشکاۃ۔ باب معجزات ف٢ عن ابی موسیٰ و تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ احمد حسین جلد ١ ص٣٥ و سرورِ عالم اول ص٤ جلد دوم ص٦

٨٩ قرآن۔ والضحیٰ ع٨

٩٠ خیر البیان ص٦٣

٩١ مشکاۃ۔ رابع المبعث ف١ عن ابن عباس

متفق علیہ و سرورِ عالم اول ص۶۰۱ و سرورِ عالم دوم ص۱۳۴

۹۳ مشکوٰۃ رابع۔ المبعث ۲ عن عائشہ متفق علیہ

۹۴ مشکوٰۃ۔ رابع۔ المبعث ۲ عن جابر متفق علیہ وخیر البیان ب بعد الکرامات عن ابن عباس رواہ الدارمی

۹۵ قرآن۔ الشعراء ۲۱۴

۹۶ مشکوٰۃ۔ رابع۔ المبعث ۲ عن ابن عباس متفق علیہ

۹۷ " " ۲ عن عبداللہ ابن مسعود متفق

۹۸ " " عن عائشہ متفق علیہ

۹۹ خیر البیان ص۶۵ نوٹ خیالی:۔ معاہدہ قریش سئہ نبوی ۶۱۶ء تا ۱۰ نبوی ۶۱۸ء ۶۱۹ء اس طرح دو یا تین سال رہا۔

۱۰۰ مشکوٰۃ۔ رابع۔ مناقب عمرؓ ۲ عن ابن عباس رواہ احمد و ترمذی

۱۰۱ سرورِ عالم۔ دوم ص۲۱۲ ونقلا ابن حجر عسقلانی فی مناقب عمر عن ابی خیثمہ

۱۰۲ خیر البیان ص۶۸

۱۰۳ ایضاً ص۶۹

۱۰۴ مجموعی حوالے از خیر البیان ص۶۸ تا ۷۰، و مشکوٰۃ رابع فی المعراج و منہاج النبوہ اول ص۸ و سرورِ عالم دوم ب ص۲۴۳ تا ص۲۶۷، مشکوٰۃ۔ الخلق عن ابی ہریرہ متفق و مشکوٰۃ المعجزات

۲ عن انس رواہ الترمذی وقال غریب

۱۰۵ خیالی:۔ سب سے پہلے حضورؐ نے ابوجہل کو واقعہ معراج بتایا اس نے جھٹلایا اور طومار اٹھایا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بتایا تو انہوں نے تصدیق کی اور صدیق کا خطاب سرکارِ رسالت سے پایا۔

۱۰۶ مشکوٰۃ۔ رابع فی المبعث ۲ عن ابن عباس متفق علیہ

۱۰۷ خیر البیان ص۶۹ بروایت سعد بن ابراہیم

۱۰۸ مشکوٰۃ۔ رابع فی المعجزات ۳ عن ابن عباس رواہ احمد۔

۱۰۹ مشکوٰۃ۔ رابع فی المعجزات ۲ عن انس بن مالک بر تغیر۔ متفق علیہ

۱۱۰ مشکوٰۃ۔ رابع فی المعجزات ۲ عن براء بن عازب۔ متفق علیہ

۱۱۱ قرآن۔ التوبہ۔ ۴۰

۱۱۲ خیر البیان ص۶۹ و سرورِ عالم دوم بحوالہ طبقات ابن سعد و سیرۃ ابن ہشام بروایت محمد بن اسحاق عن امام زہری۔

۱۱۳ مشکوٰۃ رابع فی المعجزات ۳ عن حرام ابن ہشام رواہ فی شرح السنۃ و ابن عبدالبر فی الاستیعاب و ابن الجوزی فی کتاب الوفا و فی الحاشیہ نام معبد عاتکہ بنت خالد و خیر البیان ص۷۰

۱۱۴ خیر البیان ص

۱۱۵ خیر البیان ص

۱۱۶ خیر البیان ص

۱۱۷ مشکاۃ۔ رابع۔ جامع المناقب ف۱ عن ابی ہریرہ رواہ مسلم و خیر البیان ص

۱۱۸ قرآن۔ یوسف ۹۲

۱۱۹ مشکاۃ۔ رابع۔ المبعث ف۱ عن ابن عباس متفق

۱۲۰ مشکاۃ ثانی۔ قصۃ حجۃ الوداع ف۱ عن جابر بن عبد اللہ متفق و مشکاۃ ثانی خطبۃ یوم النحر ف۲ عمرو ابن الاحوص رواہ ابن ماجہ والترمذی۔

۱۲۱ قرآن۔ المائدہ ۳

۱۲۲ قرآن۔ آل عمران ۱۶۴

۱۲۳ قرآن۔ اعراف ۱۵۷ والنساء ۱۷۰

۱۲۴ قرآن۔ الفتح ۲۹

۱۲۵ قرآن۔ سبا ۲۹

۱۲۶ قرآن۔ احزاب ۴۰

۱۲۷ قرآن۔ احزاب ۲۱

۱۲۸ قرآن۔ القلم ۴

۱۲۹ قرآن۔ التوبہ ۱۲۸

۱۳۰ قرآن۔ الانبیاء ۱۰۷

۱۳۱ قرآن۔ الکہف ۶

۱۳۲ قرآن۔ آل عمران ۵۹

۱۳۳ منہاج النبوہ جلد اول ف۲ عن عائشہ

۱۳۴ خیر البیان ص

۱۳۵ مشکاۃ۔ رابع۔ اخلاق و شمائل ف۲ عن علی رواہ الترمذی

۱۳۶ مشکاۃ۔ رابع۔ معجزات ف۱ عن ابی موسیٰ رواہ الترمذی

۱۳۷ 〃 〃 علامات النبوہ ف۱ عن ابن عباس متفق

۱۳۸ خیر البیان ص۹۱ و منہاج النبوہ اول ص

۱۳۹ خیر البیان ص (۱۳۸ کے بعد سے یہاں تک بھی حوالہ)

۱۴۰ منہاج النبوہ۔ اول ص

۱۴۱ مشکاۃ رابع۔ اخلاق و شمائل ف۱ متفق

۱۴۲ خیر البیان ص۹۲

۱۴۳ خیر البیان ص۹۷ بحوالہ بیہقی و بزار و دارمی عن ابن عمر

۱۴۴ خیر البیان ص۹۹ بحوالہ احمد و بزار و ابو محمد عبد اللہ الفقیہ عن انس

۱۴۵ مشکاۃ رابع۔ المعجزات ف۲ عن یعلی بن مرۃ الثقفی رواہ البغوی فی شرح السنۃ

۱۴۶ منہاج النبوہ۔ اول ص نقل از قاضی عیاض مصنف شفا

۱۴۷ مشکاۃ رابع۔ المعجزات ف۱ عن جابر متفق

۱۴۸ 〃 〃 اخلاق و شمائل ف۱ عن اسود رواہ البخاری

۱۴۹ 〃 〃 〃 〃 ف۲ عن عائشہ رواہ الترمذی والغفار ف۳ عن عمرو ابن سعید عن انس رواہ مسلم

۱۵۰ مشکاۃ رابع۔ اخلاق و شمائل عن انس رواہ ابن ماجہ والبیہقی

۱۵۱ مشکاۃ رابع۔ اخلاق و شمائل ف۱ عن ابی ہریرہ رواہ مسلم

۱۵۲ 〃 〃 〃 ف۳ عن علی رواہ البیہقی فی دلائل النبوہ۔

۱۵۳ خیر البیان ص منتخب با اضافہ خیالی سطر

فہرست مطبوعات شاہ ابو الخیر اکاڈمی

۱- مقاماتِ اخیار (فارسی) سائز ۲۰×۲۶/۸ — ۷۵ روپے
۵۹۲ صفحات آفسٹ

۲- مقاماتِ خیر (طبع جدید) سائز ۲۰×۲۶/۸ — ۷۵ روپے
۸۰۰ صفحات آفسٹ

۳- سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ ۲۰×۲۶/۸ — ۴۵ روپے
۳۸۴ صفحات آفسٹ

۴- مقاماتِ خیر (طبع قدیم) ۱۸×۲۲/۸ — ۳۰ روپے
۸۰۰ صفحات آفسٹ

۵- القول الجلی (فارسی) ۲۰×۲۶/۸ — ۳۰ روپے
۵۶۰ صفحات آفسٹ

۶- حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ۱۸×۲۲/۸ — ۱۵ روپے
۲۵۶ صفحات آفسٹ

۷- تاریخ القرآن ۱۸×۲۲/۸ — ۱۵ روپے
۱۴۴ صفحات آفسٹ

۸- مجموعہ خیر البیان ۱۸×۲۲/۸ — ۱۵ روپے
۱۰۶ صفحات آفسٹ

۹- بزمِ خیر از زید در جواب بزم جمشید — ۱۲ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۱۹۰ صفحات آفسٹ

۱۰- علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء — ۱۲ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۱۳۲ صفحات آفسٹ

۱۱- زیارتِ خیر الانام ترجمہ شفاء السقام — ۱۲ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۱۷۶ صفحات آفسٹ

۱۲- مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان — ۱۰ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۱۲۰ صفحات آفسٹ

۱۳- مدارج الخیر بیان طریقہ نقشبندیہ مجددیہ — ۱۰ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۱۲۸ صفحات آفسٹ

۱۴- معمولاتِ خیر ۲۰×۳۰/۱۶ — ۱۰ روپے
۱۲۸ صفحات آفسٹ

(بیانِ خیر البشر) — ۱۰ روپے

۱۵- مسئلہ ضبط ولادت ۱۸×۲۲/۸ — ۱۰ روپے
۸۵ صفحات آفسٹ

۱۶- وحدۃ الوجود اور بیان وحدۃ الشہود — ۱۰ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۸۳ صفحات آفسٹ

۱۷- المجموعۃ السنیۃ در رد روافض — ۱۰ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۵۶ صفحات آفسٹ

۱۸- ۶ فانیاتِ باقی (فارسی) ۱۸×۲۲/۸ — ۱۰ روپے
۱۶۸ صفحات آفسٹ

۱۹- مختار گو سماع اصفیاء ۱۸×۲۲/۸ — ۹ روپے
۵۶ صفحات آفسٹ

۲۰- سہ رسائل معرفت افزا ۱۸×۲۲/۸ — ۶ روپے
۴۸ صفحات آفسٹ

۲۱- فیصلہ پنج مسئلہ ۲۰×۳۰/۱۶ — ۶ روپے
۸۰ صفحات آفسٹ

۲۲- ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت میرزا مظہر — ۶ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۷۲ صفحات آفسٹ

۲۳- مونس الارواح ۲۰×۳۰/۱۶ ۱۰۴ صفحات آفسٹ — ۶ روپے
(جہان آرا دختر شاہجہاں کا رسالہ مشائخ چشتیہ کے حال میں)

۲۴- سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال — ۳ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۷۲ صفحات آفسٹ

۲۵- القول الجلی کا مقدمہ اور اختتامیہ — ۳ روپے
۱۸×۲۲/۸ ۶۴ صفحات آفسٹ

۲۶- مبہج الابرار فی الصلاۃ علی الاخیار والرضا عن الاولیاء — ۳ روپے
۲۰×۳۰/۱۶ ۱۶ صفحات آفسٹ

۲۷- خیر المقال فی اثبات رویۃ الہلال — ۳ روپے
۲۰×۳۰/۱۶ ۲۸ صفحات آفسٹ

۲۸- اشک ہائے غم (فارسی کلام) — ۳ روپے
۲۰×۳۰/۱۶ ۳۲ صفحات

(تاجران کتب کو ۳۳ فیصد کمیشن)

اس پتہ سے منگایئے

شاہ ابو الخیر اکاڈمی، شاہ ابو الخیر مارگ، دہلی-۶